ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

5

www.tanzeem.org

29 جنوری تا 4 فروری 2013ء / 16 تا 22 ربیع الاوّل 1434ھ

اس شمارے میں

نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت

روزِ قیامت انسان کے احساسات

کیا بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دیا جائے؟

دوڑو اللہ کی طرف!
تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی روداد

حضرت امام شافعیؒ

سرچشمۂ ہدایت

محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے پیغمبروں میں تنہا وہ پیغمبر ہیں جو ہر زمانہ اور ہر طرح کے حالات میں تقلید واقتداء کے لائق ہیں، جن کی زندگی میں ایک غریب اور ایک دولتمند کو، ایک کمزور اور ایک تاجر اور ایک حاکم کو، ایک بھائی، ایک باپ کو، ایک بیٹے اور ایک شوہر کو، ایک معاہدہ کرنے والے اور ایک برسرِ جنگ آدمی کو، ایک مسرور اور ایک غمگین کو، ایک بیمار اور ایک تندرست کو، ایک جوان اور ایک بوڑھے کو مستقل ہدایات اور عملی نمونے حاصل ہو سکتے ہیں۔ پھر پیغمبروں کی صف میں تنہا وہ پیغمبر ہیں جن کی پوری زندگی کے واقعات، خلوت وجلوت کے حالات اور روحانی، جسمانی، اخلاقی اور مزاجی کیفیات پوری تفصیل اور پوری تاریخی صحت کے ساتھ محفوظ ہیں اور ہر شخص ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ پھر ان کے ساتھ ان کے ساتھیوں کی بھی تاریخ محفوظ ہے، جنہوں نے زندگی کے مختلف حالات، حکومت و دولت وقوت کے امتحانات اور ان کی تعلیمات میں خود کو کامیاب ثابت کیا۔

پھر ان کی شریعت میں وہ اصول وکلیات اور زندگی کے وہ حدود وقوانین ہیں جن پر ہر بدلے ہوئے زمانہ اور دنیا کے ہر مقام میں صالح تمدن، فاضل معاشرہ اور عادل سیاست کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے، اور انسانی صلاحیتوں کو نشوونما اور ترقی حاصل کرنے کا پورا موقع مل سکتا ہے اور جن کی روشنی میں یہ پوری دنیا اپنے کمالِ مطلوب کی طرف مجموعی حرکت کر سکتی ہے۔

مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

سورۃ یوسف

(آیات:84تا86)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ يُوۡسُفَ حَتّٰى تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾

آیت 84 ﴿وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ﴾ ''اور آپؑ نے اُن سے رخ پھیر لیا اور کہنے لگے ہائے افسوس یوسف پر! (اور رونا شروع کر دیا)''

﴿وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۸۴﴾﴾ ''اور صدمے سے آپؑ کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں کیونکہ آپؑ غم کو (اندر ہی اندر) پیتے رہتے تھے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت محبت تھی۔ بیٹے کے ہجر اور فراق میں آپؑ کے دل پر جو گزر رہی تھی خود قرآن کے یہ الفاظ اس پر گواہ ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا ایک ناگزیر تقاضا ہے جسے یہاں اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کسی کے بچے کا فوت ہو جانا یقیناً بہت بڑا صدمہ ہے' لیکن بچے کا گم ہو جانا اس سے کئی گنا بڑا صدمہ ہے۔ فوت ہونے کی صورت میں اپنے سامنے تجہیز و تکفین ہونے سے' اپنے ہاتھوں دفن کرنے اور قبر بنا لینے سے کسی قدر صبر کا دامن ہاتھ میں رہتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اس صبر میں ثبات پیدا ہوتا جاتا ہے۔ مگر بچے کے گم ہونے کی صورت میں اس کی یاد مستقل طور پر انسان کے لیے سوہانِ روح بن جاتی ہے۔ یہ خیال کسی وقت چین نہیں لینے دیتا کہ نہ معلوم بچہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔ اور اگر زندہ ہے تو کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ یہی دکھ تھا جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندر ہی اندر کھا گیا تھا اور رو رو کر آپؑ کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں۔ آپؑ کو وحی کے ذریعے یہ تو بتلا دیا گیا تھا کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور آپ سے ضرور ملیں گے' مگر کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ اور کب ملیں گے؟ یہ وہ سوالات تھے جو آپؑ کو سالہا سال سے مسلسل کرب میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔ اب بن یامین کی جدائی پر یوسفؑ کا غم پوری شدت سے عود کر آیا۔

آیت 85 ﴿قَالُوۡا تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ يُوۡسُفَ حَتّٰى تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ ﴿۸۵﴾﴾ ''انہوں نے کہا: (ابا جان!) اللہ کی قسم آپؑ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپؑ یا تو (اسی صدمے میں) گھل جائیں گے یا فوت ہو جائیں گے۔''

آیت 86 ﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''یعقوبؑ نے فرمایا: میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں''

میں نے تم لوگوں سے تو کچھ نہیں کہا' میں نے تمہیں تو کوئی لعن طعن نہیں کی' تم سے تو میں نے کوئی باز پرس نہیں کی۔ یہی الفاظ تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن اپنی دعا میں استعمال فرمائے تھے: ((اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ' اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؟ ......))(1) ''اے اللہ! میں تیری جناب میں فریاد لے کر آیا ہوں اپنی قوت کی کمزوری اور اپنے وسائل کی کمی کی' اور لوگوں کے سامنے میری جو توہین ہو رہی ہے اس کی۔ اے اللہ! تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے؟......''

فرمان نبویؐ

دعوت الی اللہ کی راہ میں شدید مشکلات

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ' وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّمَالِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ)) [مسند احمد]

حضرت انس ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''میں اللہ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔ میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔ مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لئے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے' سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنے بغل میں چھپا رکھی تھی۔''

تشریح: کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق سے روکنے کے لیے جان سے مار دینے کی دھمکی دی' سخت ترین سزاؤں سے آپ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور جسمانی تکلیفیں بھی دیں۔ وہ آپؐ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے' اس طرح کے سنگین حالات سے حضورؐ کے سوا کوئی دوسرا داعیِ حق دوچار نہیں ہوا۔ مگر آپؐ نے یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت

ربیع الاوّل کے مہینہ کو نبی اکرم ﷺ سے خاص نسبت ہے۔ اِس کی 12 تاریخ آپ ؐ کی تاریخ وصال ہے اور ایک رائے کے مطابق یہی آپ ؐ کی تاریخ ولادت بھی ہے۔ چنانچہ اِسی نسبت سے اِس دن میلاد النبی ﷺ منایا جاتا ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سے ہر مسلمان عقیدت ومحبت اور جذباتی وابستگی رکھتا ہے۔ بنابریں ربیع الاوّل کے ان ابتدائی ایام میں سیرت کی محافل منعقد ہوتی ہیں، جن میں آپ ؐ کی بلند مرتبت اور عظیم الشان شخصیت کی عظمت کے پہلوؤں پر گفتگو ہوتی ہے، آپ ؐ کے مناقب کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی عظمت کا ادراک کریں تو یہ بات ہمارے لیے ناممکن ہے۔ ہم بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اِس کائنات میں سب سے زیادہ قابل احترام ہستی حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں آپ ؐ کی عظمت کے بعض پہلوؤں کا ذکر کیا ہے، اُن میں سے ایک آپ ؐ کی شانِ رحمت ہے جس کا تذکرہ سورۃ الانبیاء میں کیا گیا ہے۔ فرمایا: ترجمہ: ''اور (اے نبی) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔'' [الانبیاء: 107] آپ ؐ کی ذاتِ گرامی کس کس پہلو سے رحمت ہے۔ ہم کلیتہً اِس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ آپ ؐ کی ذات، آپ ؐ کا پیغام ہدایت اور آپ ؐ کا عطا کردہ دین اور نظام عدل اجتماعی پوری نوع انسانی کے لیے رحمت کا سامان ہے۔ آپ ؐ کے ذریعے ہدایت کی جو روشنی پھیلی وہ انسانیت کے ہر ہر طبقے کے لیے مکمل رہنمائی ہے، خواہ وہ بڑے سے بڑا فلسفی، مفکر یا دانشور ہو یا ایک عام انسان، محنت کش یا مزدور۔ سورۃ الاعراف کی آیت 156، 157 میں پوری نوع انسانی کے لیے بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے آپ ؐ کی رحمت کے بعض اہم پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے بنی اسرائیل کے استغفار کا ذکر ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام تورات کی الواح اور شریعت پانے کی غرض سے کوہِ طور پر گئے تو آپ ؑ کے پیچھے قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ یہ بہت بڑا جرم تھا۔ چنانچہ اِس جرم پر قوم کو سخت سزا دی گئی۔ سزا یہ تھی کہ جن لوگوں نے اِس جرم کا ارتکاب کیا تھا، انہی کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ اس سزا کے بعد اجتماعی استغفار کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستر افراد کو لے کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ وہاں اللہ سے استغفار ہوا، اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ترجمہ: ''(فرمایا کہ) جو میرا عذاب ہے اُسے تو جس (مجرم) پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں۔ اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔'' مطلب یہ ہے اللہ کی رحمت اپنی جگہ مگر جنہوں نے خود ہی اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق بنایا، وہ اس کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میرا دامن رحمت بڑا وسیع ہے۔ آؤ، میری طرف توجہ کرو۔ آؤ، مجھ سے گناہوں کی مغفرت مانگو۔ آؤ، میرا دامن رحمت تھام لو۔ اب اگر کوئی خود ہی اُس سے رجوع نہ کرے، جو عملاً طے کر دے، میں نے اس کی رحمت سے محروم رہنا ہے تو ظاہر ہے ایسے ظالم کے لیے اللہ کا عذاب پھیرا نہیں جائے گا۔ یہ اسی قسم کی بات ہے جو آپ ؐ نے ایک موقع پر فرمائی کہ: ''ہر بندۂ مومن جنت میں داخل ہوگا ماسوائے اس کے کہ جو خود ہی انکار کر دے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کون ہوگا، جو جنت میں جانے سے انکار کرے۔ آپ ؐ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا خود ہی جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ''میں لکھ لوں گا اِس رحمت کو ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہوں گے۔'' مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت عام ہے اور ایک خاص۔ یہاں رحمت خاص کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو تقویٰ اختیار کریں گے، زکوٰۃ دیں گے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھیں گے اور اللہ کی تمام آیات پر ایمان لائیں گے۔ اور اس رحمت کے اصل مستحق وہ لوگ ہوں گے جن کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے جہاں فرمایا: ترجمہ: ''وہ لوگ جو میرے رسولِ اُمی کا اتباع کریں گے۔ جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' نبی اکرم ﷺ کی رحمت للعالمینی ویسے تو عام ہے لیکن رحمت خاص اُن لوگوں کے لیے ہے جو آپ ؐ پر ایمان لانے والے ہیں اور آپ ؐ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ یعنی اگر کوئی پہلے سے یہودی یا عیسائی تھا مگر اس دور میں پیدا ہوا جو نبی ؐ کی رسالت کا دور تھا تو وہ آنحضرت ؐ پر ایمان لائے گا اور آپ ؐ کا اتباع کرے گا تو ہی اللہ کی رحمت کا مستحق ٹھہرے گا۔ آگے نبی اکرم ﷺ کی

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

29 جنوری تا 4 فروری 2013ء جلد 22
16 تا 22 ربیع الاوّل 1434ھ شمارہ 5

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھر
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

رحمت للعالمینی کے جو مختلف پہلو ہیں اُن میں سے بعض کا تذکرہ ہے۔ آپؐ کی رحمت للعالمینی کا پہلا مظہر یہ ہے کہ: ترجمہ: ''جو (نبیؐ) معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔'' سوال یہ ہے کہ ہر نبی اور رسول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہا، خیر کی تلقین کرتا رہا اور شر سے روکتا رہا، پھر یہاں خصوصیت سے اس کے تذکرہ کا کیا مطلب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معروف ومنکر اور خیر وشر جو بہت پرانی بحث ہے اس میں آخری اور کامل فیصلہ آپؐ کا ہے۔ آپؐ کی سنت، آپؐ کے فرامین خیر وشر اور معروف اور منکر کے لیے معیار ہیں۔ جس بات کا آپؐ نے حکم دیا وہی معروف ہے اور جس سے روک دیا وہ منکر ہے۔ گویا آپؐ نے اللہ کے اذن سے معروف ومنکر اور خیر وشر کی بحث کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ چونکہ آپؐ نے معروف ومنکر اور خیر وشر کا فیصلہ فرما دیا، اس لیے قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ: ترجمہ: ''رسول ﷺ جو کچھ تمہیں دیں اس کو تھام لو اور جس سے روک دیں اُس سے باز آجاؤ۔'' [الحشر: 7] اب ہر دور میں اگر کسی کو یہ دیکھنا ہے کہ کیا شے معروف ہے اور کیا منکر تو اس کا معیار آپؐ کی سنت، آپؐ کا اسوۂ کامل ہے۔ آج دجالی تہذیب کے علمبرداروں کی کوشش ہے کہ اس معیار کو بدل ڈالیں، اس کو تلپٹ کر دیں۔ انہی کی سازشوں کا نتیجہ ہے کہ آج منکرات کو معروفات کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ مثلاً آپؐ نے تعلیم دی کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات کی رو سے بے حیائی اور عریانی شیطنت ہے۔ کیونکہ یہ شیطان ہی ہے جو انسان کو حیا سے محروم کر کے حیوانیت کے راستے پر لانا چاہتا ہے۔ اُس کی کوشش ہے کہ اُسے شرفِ انسانیت سے محروم رکھے۔ آج معاشرہ میں جس چیز کو معروف سمجھا جاتا ہے، وہ بے حیائی ہے۔ آج شیطان اور اُس کے پیروکار انسان کو بالکل ہی لباسِ حیا سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے فرق کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ عالمِ مغرب میں خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ ناجائز تعلقات کی گرم بازاری ہے۔ معاشرہ کی اکثریت ان بچوں کی ہے جن کی ولدیت کی کسی کو خبر نہیں۔ یہ بچے ایسی فضا میں پرورش پا رہے ہیں کہ والدین کی شفقت سے محروم ہیں...... اِس کے علاوہ جدید تہذیب میں خود غرضی اور مفاد پرستی کو معروف کا درجہ دے دیا گیا ہے اور ایثار وقربانی وغیرہ ثانوی حیثیت اختیار کر گئی ہیں۔ نظریۂ افادیت (Utilitarianism) اعلیٰ اخلاقی اقدار کو تلپٹ کر رہا ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ اصل بھلائی اور خیر وہ کام ہے جس سے انسان کو ذاتی نفع حاصل ہو، یا کوئی لذت حاصل ہو۔ اگر کسی کام سے ذاتی منفعت حاصل نہیں ہوتی تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ تو وقت کا ضیاع ہے۔ کفار کے ساتھ ساتھ منافقین بھی آج اسی شیطانی تہذیب کو فروغ دے رہے ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق یہی منافقین کا کام ہے۔ اندریں حالات سسکتی ہوئی انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ معروف اور منکر کے اُس معیار کو اختیار کرلے جو نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔ اسی صورت میں وہ آپؐ کی رحمت للعالمینی سے اکتسابِ فیض کر سکے گی، ورنہ اس معیار کو ترک کر کے انسان خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔ انسانیت کا خون کرے گا۔ انسانیت کی دھجیاں بکھیرے گا۔ آپؐ کی رحمت للعالمینی کا مظہر یہ بھی ہے کہ آپؐ نے حلال اور حرام کو کھول کر بیان فرمایا۔ فرمایا: ترجمہ: ''اور (آپؐ) ہر طیب (پاک صاف) چیز کو اُن کے لیے حلال کرتے ہیں اور ہر خبیث (نجس وناپاک) شے کو اُن پر حرام ٹھہراتے ہیں۔'' یہودیوں کی شرارتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بعض حلال چیزیں بھی ان پر حرام قرار دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔ اب آپؐ کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر پاکیزہ شے کو جائز اور حلال قرار دیں اور ہر ایسی شے جس میں نجاست اور خباثت ہے، انسانیت کو اُس کی مضرت سے بچانے کے لیے اُس سے روک دیں یعنی اُس چیز کو حرام کر دیں۔ حلت وحرمت کا یہ مستقل فیصلہ نبی رحمت ﷺ نے کر دیا۔ اب ہر وہ چیز حرام ہے جو نبی ﷺ نے حرام قرار دی اور ہر وہ چیز جس پر آپؐ نے حرمت کا حکم نہیں لگایا، حلال ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی رحمت کا مظہر یہ بھی ہے کہ آپؐ نے انسانیت کو ناروا بوجھوں اور غلامی کے طوقوں سے نجات دلائی۔ فرمایا: ترجمہ: ''اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔'' اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ جسے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ پچھلی امتوں کی شریعتوں میں بعض احکامات بڑے سخت تھے۔ ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے اس امت کے لیے بہت آسانیاں پیدا فرمائیں۔ مثال کے طور پر روزہ ہی کو دیکھیں۔ ہمارا روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ یہود کے ہاں سحری کا تصور نہیں تھا، بلکہ اُن کا روزہ رات سے ہی، جب وہ سو جاتے تھے شروع ہو جاتا تھا۔ وہ اصل بوجھ اور طوق جن سے آپؐ نے انسانیت کو نجات دلائی اِس کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ سب سے بڑا طوق جس سے آپؐ نے نوعِ انسانی کو چھٹکارا دلایا، وہ غلامی کا تھا۔ آپؐ سے پہلے ملوکیت اور شہنشاہیت کا دور دورہ تھا۔ دنیا میں جابرانہ ملوکیت (Monarchy) کا نظام رائج تھا۔ اس نظام میں تمام ریاستی اختیارات ایک ہی خاندان کے پاس تھے۔ وہی سیاہ وسفید کا مالک تھا۔ اُسے تمام حقوق حاصل تھے۔ قانون سازی پر بھی اُسی کا حق تھا، وہ جو چاہتا قانون بناتا۔ رعایا کے کوئی حقوق نہ تھے۔ اُن کا کام حکمرانوں کی خدمت کرنا، بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین کی پاسداری کرنا اور محصول ادا کرنا تھا۔ اس طرح پوری قوم بادشاہ کی غلام ہوتی تھی۔ انسانی حقوق اور مساوات کے تصورات یکسر ناپید تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے آ کر انسانیت کو غلامی کے بندھن اور ظالمانہ شہنشاہیت سے نجات دلائی۔ انسانی حقوق کا تصور عطا فرمایا۔ سیاسی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر مبنی وہ نظامِ عدل اجتماعی قائم کر کے دکھایا جس میں مساوات پائی جاتی ہے۔ قانون کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ اس معاملے میں خلیفہ اور رعایا میں بھی کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا۔ اس طرح یہ نظام انسانیت کو بادشاہوں کی غلامی سے نجات دیتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو سعد بن ابی وقاص ؓ کے سفیر ربعی عامر نے ایرانی سپہ سالار سے کہی تھی کہ: ''ہم ایک ایسی قوم ہیں جسے اللہ نے اس مقصد کے لیے مبعوث کیا ہے کہ ہم اُس کی مخلوق کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی غلامی میں دے دیں...... اور باطل ادیان اور طاغوتی قوتوں کے ظلم وجور سے بچا کر اسلام کے سایۂ رحمت میں لے آئیں۔'' ظالمانہ ملوکیت کے ساتھ ساتھ استحصال کی ایک اور صورت مذہبی طبقات کی اجارہ داری تھی۔ ہر دور میں مذہبی طبقے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہماری مٹھی گرم کرو، ہمیں خوش کرو، نذرانے دو، ہم تمہاری بات آگے پہنچائیں گے، کیونکہ تم ناپاک اور گناہگار ہو، براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام نہیں ہو سکتے۔ یہ مذہبی غلامی کا طوق تھا جو انسانوں کی گردنوں میں پڑا تھا۔ آپؐ نے انسان کو اس طوق سے بھی نجات دلائی اور انسانیت پر واضح کر دیا کہ خالق ومخلوق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا کی جائے۔ وہ ہر ایک کی دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا: ترجمہ: ''(اے نبی ﷺ) میرے بندے جب میرے بارے میں پوچھیں (تو آپ بتا دیجیے) میں بالکل قریب ہوں۔ (باقی صفحہ 15 پر)

حیات دنیا کے بارے میں

روزِ قیامت انسان کے احساسات

سورۃ المومنون کی آیات 112 تا 118 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 18 جنوری 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ المومنون کی آخری سات آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۂ مومنون کی آخری آیات تلاوت کی ہیں۔ غالباً پچھلے دو اجتماعات جمعہ سے یہ تسلسل چل رہا ہے اور ان شاء اللہ آج ہم اس کو مکمل کریں گے۔ سورۃ المومنون مکی ہے اور مکی سورتوں کا اصل موضوع تذکیر ہے۔ تذکیر نصیحت اور خاص طور پر یاددہانی کو کہتے ہیں، جس میں یہ بات ازخود شامل ہے کہ کوئی بات پہلے سے معلوم تھی مگر بھول گئی تھی، اب اس کی یاددہانی ہورہی ہے۔ قرآن اسی معنی میں اپنے آپ کو ''ذکریٰ'' کہتا ہے۔ قرآن جن حقائق کی یاددہانی کراتا ہے وہ حقائق انسان کی فطرت میں موجود ہیں۔ خاص طور پر انسان کے اندر جو روح ربانی کا عنصر ہے، وہ اس کا حصہ ہیں۔ اس سے قبل ہم اس سورت کی آیات 111 تک کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ آج اس کی آخری سات آیات کی روشنی میں گفتگو ہو گی، ان شاء اللہ۔

آیئے ان آیات کا مطالعہ کریں! فرمایا:

﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) ﴾

''(اللہ) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟''

وہ لوگ جو چیخ پکار کر رہے ہوں گے کہ الٰہی ہمیں ایک موقع اور دے دے، اُن سے کہا جائے گا کہ بتاؤ، دنیا میں تم نے کتنا عرصہ گزارا، کتنے سال وہاں رہے ہو۔

﴿ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ (۱۱۳) ﴾

''وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔''

قرآن نے ان سب لوگوں کا مشترک جواب یہ نقل کیا ہے کہ ہم ایک دن رہے یا اُس سے بھی کچھ کم۔ اُس وقت یہ احساسات ہوں گے۔ جب لوگ مڑ کر پیچھے دیکھیں گے تو انہیں یوں محسوس ہوگا کہ ہم نے دنیا میں جو وقت گزارا تھا وہ ایک روز یا اُس سے بھی کم دورانیے پر مشتمل تھا۔ یہ بات بالکل قابل فہم ہے۔ جو لوگ زندگی کے 60،70 برس گزار چکے ہیں، آپ ذرا ان سے اُن کی عمر اور گزرے احوال کے بارے میں پوچھیں تو وہ بچپن کی باتیں ایسے بتائیں گے جیسے کل کا واقعہ ہو۔ تو روز قیامت مجرموں کو افسوس ہوگا کہ ہم نے اتنے مختصر وقت کی خاطر کتنا بڑا رسک لیا۔ دنیا کے عارضی عیش و آرام کے لئے اصل زندگی اور ابدی راحت کو بھلا بیٹھے۔ ہم نے کتنا غلط فیصلہ اور کتنا بُرا سودا کیا کہ اتنی مختصر سی زندگی کے لئے اپنی عاقبت برباد کر ڈالی، اور اب یہ ہمارا انجام ہونے والا ہے۔ جب انجام سامنے نظر آ رہا ہوگا تو وہ ساری باتیں جو رسول بتا کر آئے تھے، یاد آئیں گی۔ اب اپنی قسمت کو کوسیں گے، مگر اس وقت کوسنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کہیں گے یہ سوال اُن فرشتوں سے پوچھئے جو ایک ایک چیز نوٹ کر رہے تھے، وہ بتا دیں گے کہ ہم کتنے سال رہے۔ ارشاد ہوگا:

﴿ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱۴) ﴾

''(اللہ) فرمائے گا کہ (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے، کاش تم جانتے ہوتے۔''

اللہ فرمائے گا ہاں تم دنیا میں بہت کم رہے، مگر تمہارے حق میں کتنا ہی اچھا ہوتا اگر تم نے اس وقت اس حقیقت کو سمجھ لیا ہوتا کہ دنیا کی ستر، اسی، سو برس زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ تم نے اُس وقت آنکھیں بند کئے رکھیں اور اس مختصر دنیوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھے رکھا، اور اس تھوڑے سے ماہ و سال کے لئے اپنا سب کچھ گنوا دیا، اپنی عاقبت برباد کر ڈالی۔ اگر تم حقیقت کا تھوڑا سا ادراک کر لیتے تو آج وہ انجام نہ ہوتا جس سے دوچار ہو۔ سورۂ فاطر میں ہے کہ اہل دوزخ فریاد کر رہے ہوں گے اور ''چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال لے، (ہمیں ایک اور موقع دے دے) تاکہ ہم نیک عمل کریں اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے۔ (انہیں جواب دیا جائے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا۔ اور تمہارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آ چکا تھا، اب مزہ چکھو، ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔'' (آیت 36) آگے فرمایا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (۱۱۵) ﴾

''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟''

سورۃ المومنون کی آخری آیات کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ فرض نمازوں میں اکثر ان کی قراءت کی جاتی ہے۔ یہاں منکرین آخرت اور دنیا پرستوں کی فکری پستی کو بیان کیا گیا ہے، جو خرابی کی اصل جڑ بنیاد ہے۔ جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے، وہ گویا

اللہ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ پروردگار تونے یہ کائنات بے مقصد پیدا کی ہے۔تونے اخلاقی قوانین تودے دیئے۔ ہمیں بتا دیا کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے، دھوکہ دینا غلط ہے، کسی کا مال غصب کرنا غلط ہے۔ کسی کے کام آنا نیکی ہے۔ اور یہ باتیں ہماری فطرت میں بھی شامل کر دیں،لیکن تونے اخلاقی قوانین کے توڑنے پر گرفت کا کوئی ضابطہ نہیں بنایا۔ دنیا میں تو جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون چل رہا ہے۔ جو سب سے بڑے اللہ کے قوانین کوتوڑنے والے ہیں، وہی دنیا میں سب سے زیادہ پھل پھول رہے ہیں۔تو پھر (معاذ اللہ) دنیا کی تخلیق بالکل عبث کام ہوا۔اس فکری پستی سے انسان کو نکالنے کے لئے اللہ نے قرآن مجید میں کئی جگہ اس مضمون کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔کہ ہم نے یہ زمین وآسمان کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیے۔ یونانیوں کے ہاں اور یورپ میں بھی یہ تصور رہا ہے کہ دیوتاؤں اور دیویوں نے یہ دنیا بنائی اور اب وہ اوپر بیٹھ کر اس کا نظارہ کر رہے ہیں۔گویا یہاں جو کچھ ہو رہا ہے تفریح کے لیے ہے۔ انسان لڑ رہے ہیں، مختلف قسم کی حرکتیں کر رہے ہیں جس کو قوت مل جاتی ہے وہ کمزوروں پر چڑھ دوڑتا ہے۔دیوی دیوتا اوپر بیٹھے اس سے محظوظ رہے ہیں۔گویا یہ اُن کی تفریح گاہ ہے۔ ہندوؤں میں بھی یہ تصور رہا کہ دنیا رام کی لیلیٰ ہے۔گویا انسان کی تخلیق کا کوئی مقصد نہیں ہے،بس اُسے پیدا کر کے یونہی چھوڑ دیا گیا۔تو یہ تصور جو اللہ کے بارے میں قائم کیا گیا اس کا جواب یہ دیا کہ

﴿ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ (١١٦)﴾

”تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے(اس کی شان) اونچی ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہی عرش بزرگ کا مالک ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ بالا و برتر ہے۔ وہ سچا بادشاہ ہے۔ وہ حکیم و دانا ہستی ہے۔اس نے کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی۔آج کا انسان تو اس بات کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس زمین پر کوئی شے بھی بے مقصد نہیں ہے۔ جو لوگ انفس وآفاق میں غور کرنے والے ہیں، اُن کے بارے میں قرآن نے خود کہا کہ اُن کے فکر کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ خدایا تونے کوئی چیز باطل اور عبث پیدا نہیں کی۔ جیسے قرآنی آیات اللہ کی یاد کی تازگی کا موجب بنتی ہیں،اِسی طرح آفاق وانفس میں غور وفکر کے نتیجے میں معرفت رب (جو فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے) تازہ ہو جاتی ہے، اور دل گواہی دیتا ہے کہ ہاں ایک ہستی ہے جو کائنات کی خالق و مالک ہے۔کائنات میں اسی کی خلاقی کارفرما ہے۔اسی کی قدرت کے نمونے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں اور اُس ہستی نے کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں کی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب تمام کائنات اور سلسلہ تخلیق کی ہر شے با مقصد ہے تو کیا انسان جو سلسلہ تخلیق کی بارات کا دولھا ہے اس کی زندگی بے مقصد ہے؟ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو یہ نہایت جاہلانہ خیال ہے۔اس سے زیادہ جہالت کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔کیا انسان کو شتر بے مہار پیدا کر دیا گیا ہے کہ جو چاہے کرے،”جس کی لاٹھی اس کی بھینس“ کے قاعدے کے مطابق زندگی گزارے۔جس کو اقتدار مل جائے وہ اقتدار کا ناروا فائدہ اٹھائے،اور مظلوم طبقات پر مزید ظلم کرے اور اپنا وقت پورا کر کے قبر میں جا پڑے۔کیا تم

بانیٔ تنظیم اسلامی وداعیٔ تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی سیرتِ رسول ﷺ پر چند فکر انگیز تصانیف

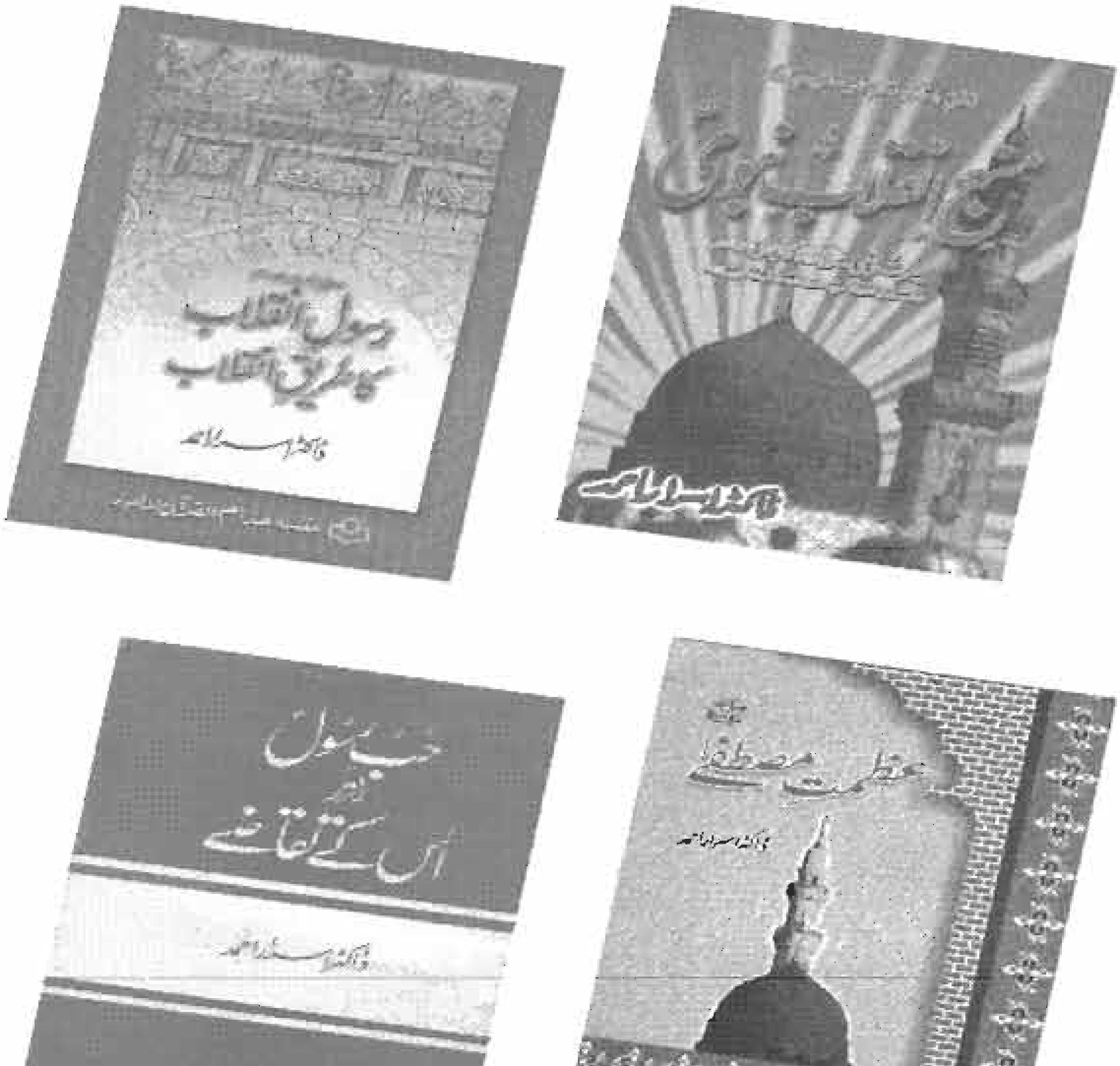

پتہ: مکتبہ خدام القرآن،36۔کے،ماڈل ٹاؤن،لاہور۔
042-35869501-3
e-mail:maktaba@tanzeem.org

اس رب سے جو بلند و برتر ہے، جو تمام خوبیوں کا مالک ہے، بادشاہِ حقیقی ہے، کل اختیار کا مالک ہے اور جس کے سوا کوئی حاکم، کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، جو عرش کا مالک ہے، یہ توقع رکھتے ہو کہ اُس نے انسان کو بے مقصد پیدا کر دیا ہے اور اُس سے اُس کے اعمال کی بابت کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ آگے شرک کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (۱۱۷)﴾

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کچھ بھی سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا۔ کچھ شک نہیں کہ کافر رستگاری نہیں پائیں گے۔''

شرک کے لیے عقل و فطرت میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جو شخص شرک کا مرتکب ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے نمٹ لے گا۔ وہ بچ کر کہاں جائے گا۔ ٹھیک ہے، اللہ نے آدمی کو موقع دیا ہے کہ چاہے تو زندگی کی امتحان گاہ میں حقیقت کو پہچان کر اللہ کو رب تسلیم کرے اور اُس کی بندگی میں زندگی گزارے اور چاہے تو شیطان کے راستے پر چل نکلے اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر شیطانی راستہ اختیار کرے، اور غیر اللہ کی بندگی کرے۔ لیکن اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ کی پکڑ سے نکل نہیں سکتا۔ بالآخر اس کا حساب ہوگا اور اُسے سزا یا جزا ملے گی۔ اپنے کیے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ جو کافر ہیں، جو ایمانی حقائق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، وہ آخرت میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ آخری آیت میں فرمایا:

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۱۸) ﴾

''اور اللہ سے دعا کرو کہ میرے پروردگار مجھے بخش دے، اور (مجھ پر) رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔''

یہ بہت ہی عظیم دعا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں، انہیں بھی احساس رہتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کمی کوتاہی ہو جاتی ہے۔ کسی وقت ہمارا قدم ڈگمگا جاتا ہے۔ از روئے حدیث ہر شخص خطا کار ہے۔ کسی نہ کسی درجے میں خطا ہر ایک سے ہوتی ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے ہم تو انتہائی خطا کار ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اصلاح احوال میں لگا رہے، صراط مستقیم پر چلنے کی صحیح کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ پس چاہیے کہ آدمی یہ دعا کرے، اے میرے پروردگار، اے ارحم الراحمین! تو مجھے معاف فرما اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ دے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک دعا نقل کی ہے جو رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سکھائی تھی، اور وہ اسی مضمون کی حامل ہے۔ ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)) اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ (مجھ سے بے شمار کوتاہیاں ہوئیں۔) کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ گناہوں کو بخش سکے، سوائے تیرے۔ پس میری خطاؤں کو معاف فرما، اور مجھ پر رحم فرما۔ بے شک تو ہی غفور و رحیم ہے۔ یہ دعا بڑی جامع ہے۔ بندگی کے لوازم میں سے یہ ہے کہ ایک شخص جو راہ حق پر چلنے کی پوری کوشش کرے اور پھر بھی جو کوتاہی رہ جائے اس پر اللہ سے دعا کرے، اللہ سے استغفار کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور اپنی رحمت سے ہمیں ڈھانپ دے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆☆☆

یاد رفتگاں

قاضی حسین احمد کی وفات پر امیر تنظیم اسلامی کے جذبات وتاثرات

محترم قاضی حسین احمد کو مرحوم و مغفور کہتے ہوئے زبان لڑکھڑاتی ہے۔ قحط الرجال کے اس دور میں وہ ایک ایسی غیر معمولی dynamic شخصیت کے مالک تھے جو اپنے اندر بے پناہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ غیر معمولی جاذبیت اور کشش بھی رکھتی تھی۔ ان کی رحلت بلاشبہ مسلمانانِ پاکستان کے لیے ہی نہیں پوری اُمت کے لیے ایک سانحے سے کم نہیں۔

قاضی صاحب پاکستان میں غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کا سمبل تھے اور جہد مسلسل میں یقین رکھتے تھے۔ انہیں ایک طویل عرصے تک جماعت اسلامی کے امیر اور قائد کا مقام حاصل رہا اور اسی نسبت سے ان کے روابط اور تعلقات عالم اسلام کی تمام دینی جماعتوں اور تنظیمات کے ساتھ تھے۔ اپنی تمام تر شخصی عظمت کے باوجود وہ سادگی اور تواضع کا ایک قابل تقلید پیکر تھے۔ جماعت اسلامی کی امارت کی ذمہ داری سے فارغ ہونے کے بعد اپنی پیرانہ سالی اور عارضۂ قلب کے باوجود وہ ایک لمحے کے لیے بھی فارغ نہ بیٹھے۔ ملت اسلامیہ پاکستان اور عالم اسلام کے مسائل پر غور وفکر کے لیے انہوں نے ''مجلس فکر وعمل'' کے عنوان سے ایک تھنک ٹینک تشکیل دیا اور بعد ازاں پاکستان میں مذہبی مسالک کے مابین خلیج کو پاٹنے کے انتہائی اہم اور challenging کام کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ملی یکجہتی کونسل کا از سرِ نو احیاء کر کے اسے مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے اپنی صحت کی پروا نہ کرتے ہوئے دن رات محنت کی۔ ایسی محنت جس پر جوان بھی رشک کریں۔ بلاشبہ وہ اس نہایت اہم اور نازک ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے موزوں ترین انسان تھے۔ وہ اپنے حصے کا کام بحسن وخوبی کر کے رب رحیم کی طرف مراجعت فرما چکے ہیں۔

میرے لیے ان کی وفات ایک ذاتی سانحے کا درجہ بھی رکھتی ہے کہ وہ میرے لیے ایک ایسے محترم بزرگ کا درجہ رکھتے تھے جن کی محبت اور شفقت میرے لیے ذاتی طور پر ایک قیمتی اثاثے سے کم نہ تھی! آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک

کیا بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دیا جائے؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

تجزیہ کار: ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال : M.F.N سے کیا مراد ہے؟ جس ملک کو M.F.N کا درجہ دیا جائے اُسے تجارت کے حوالے سے کیا رعایتیں دینا پڑتی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان بھارت کو سب سے زیادہ پسندیدہ قوم (M.F.N) قرار دینے جا رہا ہے۔ کسی ملک کو ''موسٹ فیورٹ نیشن'' قرار دیے جانے کا مطلب اسے خالصتاً تجارت کے حوالے سے پسندیدہ قرار دینا ہے۔ آپ اپنی درآمدات اور برآمدات کا سب سے زیادہ حصہ اس ملک کے ساتھ شیئر کرتے ہیں۔ اس فیصلہ کے نفع و نقصان کے جائزہ کے لئے ہمیں پاکستان اور بھارت کا تقابلی جائزہ لینا ہوگا۔ بھارت کو اگر زراعت کے حوالے سے دیکھا جائے تو وہ اپنے کسانوں کو 66 بلین ڈالر کی سبسڈی دیتا ہے جب کہ پاکستان کا کل GDP 210 بلین ہے۔ بھارت میں یوریا کی بوری 600 روپے کی ہے جبکہ پاکستان میں یہ بوری 1800 روپے میں ملتی ہے۔ پاکستان میں ڈیزل کا ریٹ 115 روپے فی لٹر جبکہ بھارت میں ڈیزل 85 روپے فی لٹر ہے۔ بھارت کے کچھ علاقوں خاص طور پر پاکستان کے قریب علاقہ یعنی مشرقی پنجاب وغیرہ میں کسانوں کے لیے بجلی مفت ہے بلکہ بعض علاقوں میں بیج بھی مفت ملتا ہے۔ پاکستان میں بجلی اول تو غائب ہے، ثانیاً اُس کا ریٹ 12 سے 14 روپے فی یونٹ ہے۔ زراعت وہ شعبہ ہے جس کا تعلق خورد و نوش سے ہے۔ لوگوں کے جینے مرنے کا اس پر دارومدار ہے۔ اس شعبے میں پاکستان اور بھارت کی قیمتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بھارت نے کسانوں کو رعایتیں دینے کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے کہ وہ اجناس جو درآمد ہوں گی ان پر 34% درآمدی ڈیوٹی عائد کی ہے جبکہ پاکستان میں یہ ڈیوٹی 17 فیصد ہے۔ بھارت میں اگر چیزیں سستی ہیں تو اُنہوں نے برآمدات کی حوصلہ شکنی کے لیے اقدامات کیے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بھارت نے پاکستان کو 1996ء میں M.F.N کا درجہ دے دیا تھا اور پاکستان 2013ء میں اسے M.F.N کا درجہ دینے جا رہا ہے۔ 1996ء سے آج تک پاکستان کی 332 ملین ڈالر کی سالانہ ایکسپورٹ نہیں بڑھی۔ یعنی ہمارا بھارت سے صرف اس ایک شعبہ میں ہی کوئی نسبت تناسب نہیں بنتا، باقی کا تو پوچھنا ہی کیا۔ لہٰذا حکومت کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں، اور اپنے ملک اور اپنی زراعت کو تباہی سے بچانا چاہیے۔ ہاں اگر ہماری زرعی پیداوار ہماری ضرورت سے زیادہ ہوتی تو کسان

> قیمتوں میں فرق و تفاوت کی وجہ سے انڈیا کو MFN کا درجہ دینے سے ہمارا کسان زراعت چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا

کو فائدہ پہنچانے کے لیے ایسے اقدام ضرور کیے جاتے۔ قیام پاکستان سے قبل پنجاب کا وہ حصہ جو ہمارے پاس ہے بھارتی پنجاب کے مقابلے میں 9 گنا زیادہ گندم پیدا کر رہا تھا۔ اب میرا خیال ہے کہ مشرقی پنجاب (بھارت) جو تین حصوں میں منقسم ہے، ہم سے زیادہ گندم پیدا کر رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُنھوں نے کسانوں کو زیادہ سہولتیں مہیا کی ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ انڈیا کو M.F.N قرار دینے کے فیصلے کے نتیجے میں ہمارا کسان اس فرق و تفاوت کے باعث زراعت چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔ لہٰذا میرے نزدیک یہ پاکستان کے لیے سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ حکومت کو یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی کہ اگر لوگ خوشحال ہوں گے تو اس میں حکمرانوں کا بھی فائدہ ہے۔ بھوکے لوگ تو حکمرانوں کی جان کے لیے بھی خطرہ ہوں گے۔

سوال : پاکستان اور بھارت کے درمیان کئی جنگیں ہو چکی ہیں۔ اب بھی کئی تنازعات موجود ہیں۔ اس صورتِ حال میں پاکستان کا بھارت کو M.F.N قرار دینا کس حد تک درست اقدام ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان اور بھارت کی اب تک چار جنگیں ہو چکی ہیں۔ ایک جنگ 1948ء میں ہوئی، دوسری 1965ء میں، تیسری 1971ء میں اور چوتھی جنگ 1999ء میں کارگل میں ہوئی۔ سیاچن میں محاذ آرائی ابھی تک جاری ہے۔ دیکھئے، اگر 1947ء سے اب تک ہماری بھارت سے کوئی جنگ نہ بھی ہوتی تب بھی ہمیں اپنا اقتصادی مفاد بالاتر رکھنا چاہیے تھا۔ 2004ء میں جنرل پرویز مشرف نے کشمیر کے معاملہ پر پسپائی اختیار کی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری قیادت نے کشمیر کے حوالے سے نہ صرف کشمیریوں کو دھوکا دیا ہے، بلکہ خود فریبی کا شکار ہو کر اپنے ملک کا بھی نقصان کیا ہے۔ کشمیر کے مسئلے کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور نہرو نے اگر تقسیم ہند کے فارمولے کے مطابق گورداس پور پاکستان میں شامل کر دیا ہوتا تو بھارت کے پاس کشمیر تک پہنچنے کا زمینی راستہ نہ ہوتا اور یہ مسئلہ اتنا نہ بڑھتا۔ بہر حال اس ناانصافی نے پاکستان کی پوزیشن خاصی کمزور کر دی۔ قائداعظم نے جب کشمیر کو بجا طور پر پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تو محبِ وطن قبائلیوں نے رضاکارانہ طور پر کشمیر پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے حملہ کر دیا۔ اس کے بعد بھارت کی خواہش پر UNO نے سیز فائر کرا دیا اور 1948ء میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ کشمیر میں استصواب رائے کرا دیا جائے، مگر یہ استصواب رائے نہ کرایا گیا۔ تب سے پاکستان نے ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنے مؤقف کو کمزور کیا۔ بعد میں نہرو نے مکاری سے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد سے منحرف ہونے کے لیے یہ عجیب دلیل اختیار کی کہ پاکستان نے چونکہ امریکہ سے معاہدے کر لیے ہیں اس لیے ہم اپنے وعدے پر قائم نہیں رہ سکتے۔ پاکستان میں چونکہ سیاسی استحکام نہیں تھا، اس لیے ہم کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اِس تاریخی پس منظر کے باوجود بھارت کو M.F.N کا درجہ دینا نہایت احمقانہ فیصلہ ہے۔ یہ کشمیریوں اور ان رضاکار مجاہدین سے دھوکہ دہی کے مترادف ہے جنھوں نے کشمیر کو پاکستان کا حصہ بنانے کے لیے اپنی جانیں قربان کیں۔

سوال: قائداعظم نے قیام پاکستان کے بعد ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ پاک بھارت تعلقات کینیڈا اور امریکہ جیسے ہوں گے۔ ہماری موجودہ قیادت قائداعظم کے اِسی ویژن کی روشنی میں انڈیا کو MFN کا درجہ دینا چاہتی ہے، تو اس میں قابل اعتراض بات کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : قائداعظم ایک صاف گو انسان تھے، ان کے دل میں جو بات تھی وہ اُنھوں نے کہہ دی۔ قائداعظم کا یہ خیال اپنی جگہ صحیح ہوگا لیکن آج کے حالات

میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا یہ خیال غلط نکلا۔ ان کا خیال تھا کہ اصل جھگڑا تقسیم ہند کا ہے۔ جب تقسیم ہو جائے گی تو کوئی جھگڑا نہ رہے گا اور پاکستان اور بھارت اچھے پڑوسیوں کی طرح رہیں گے۔ ظاہر ہے، جب دو پارٹنر کسی بات پر جھگڑ کر اپنا بزنس الگ کر لیتے ہیں تو ان کے درمیان تنازعہ کی وجوہات ختم ہو جاتی ہیں۔ ہمارے اور بھارت کے درمیان بھی یہ ہونا چاہیے تھا۔ اِسی لئے قائداعظم نے امریکہ اور کینیڈا کے تعلقات کی مثال دی تھی۔ اس معاملے کا یہ پہلو بھی دیکھیں کہ ہمارے قائد کی نیت یہ تھی کہ ہم بھارت سے دوستانہ مراسم رکھیں گے۔ دوسری طرف کانگرس کی بدنیتی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی طور پر پاکستان کا قیام ہی نہیں چاہتی تھی۔ قیام پاکستان سے قبل ایک فارمولا آیا تھا کہ مسلم اکثریتی صوبوں اور ہندو اکثریتی صوبوں کو انتظامی طور پر الگ کر کے ایک کنفیڈریشن بنا دی جائے۔ قائداعظم نے مجبوراً اس فارمولے کو تسلیم کر لیا تھا۔ کیبنٹ مشن پلان کو قبول کر کے (مخالفین کے مطابق) قائداعظم پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہو گئے تھے۔ کانگریس نے بھی ابتدا میں اس پلان کو قبول کر لیا تھا۔ اس پلان میں ایک شق یہ تھی کہ اگر دس سال کے بعد اِس فیڈریشن کا کوئی حصہ ہندوستان سے الگ ہو کر آزاد ہونا چاہے گا تو یہ اس کا آئینی حق ہوگا۔ اس پر پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا کہ دس سال بعد کون آزاد ہونے دے گا۔ اس سے مکار ہندو کی نیت واضح ہو گئی تھی۔ یہ نیتوں کا فرق تھا۔ اگر بھارت ان معاہدات کی پاسداری کرتا جو تقسیم کے وقت طے ہوئے تھے تو یقیناً پاک بھارت تعلقات ایسے ہی دوستانہ ہوتے جس کی طرف قائداعظم نے اشارہ کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ قیام پاکستان کے وقت جو ہجرت ہوئی وہ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی ہجرت تھی۔ اس کے باعث بہت سے مسائل پیدا ہوئے۔ راستے میں مسلمانوں کو جس قتل و غارت کا نشانہ بنایا گیا، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اس کے بعد بھی بھارت نے قدم قدم پر ہمیں ڈسا ہے۔ بھارت نے اثاثہ جات میں سے بھی ہمارا حصہ نہ دیا۔ تقسیم ہند کے بعد بھارت نے پاکستان کو 75 کروڑ روپے دینا تھے مگر اس نے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مہاتما گاندھی نے یہ رقم پاکستان کو نہ دینے کے فیصلے کے خلاف بھوک ہڑتال کی تھی۔ لیکن یہ بات جان لیجئے کہ گاندھی پاکستان کا مہا دشمن تھا۔ وہ کسی طرح نہیں چاہتا تھا کہ پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر خود کفالت کی منزل پا لے۔ اس مطالبے کے پیچھے بھی اس کی سیاست یہ تھی کہ پاکستان ہمیشہ ہندوستان کا دستِ نگر رہے۔ ایک واقعہ سے میری یہ بات مزید واضح ہو جائے گی کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد پاکستان میں ماچس نایاب ہو گئی، کیونکہ ماچس بنانے کا کوئی کارخانہ پاکستان میں نہ تھا۔ پاکستان نے بھارت سے ماچس مانگی تو اس نے انکار کر دیا۔ گاندھی نے پورا زور لگایا کہ بھارت اپنی ماچس پاکستان کو مہیا کر دے۔ گاندھی چونکہ حکومت میں نہ تھا اس لیے اس کا مطالبہ نہ مانا گیا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ جلد ہی پاکستان میں ماچس بننے لگی۔ گاندھی نہیں چاہتا تھا کہ پاکستان اس معاملے میں خود کفیل ہو جائے۔ اس وقت کے بھارتی سیاستدان گاندھی کے فلسفے کو نہ سمجھ سکے۔ ایسے ملک کو جو ہمارے وجود کو برداشت نہیں کرتا M.F.N کا درجہ دینا کسی طور درست نہیں۔ دوسری طرف حالات کی خرابی کے ذمہ دار ہم بھی ہیں۔ دراصل ہم ڈی ٹریک ہو گئے۔ ہم نے نظریہ پاکستان کو چھوڑ دیا۔ ہم نے پاکستان میں اسلام کو بحیثیت نظام نافذ نہ کیا تو ہم کمزور ہو گئے۔ ہمارے ہاں لسانی و علاقائی مسائل سر اُٹھانے لگے۔ ہمیں سیاسی استحکام حاصل نہ ہو سکا۔ جس نیشنلزم کی نفی کر کے ہم نے پاکستان بنایا تھا بعد میں اُسی کو اپنا لیا۔ اس کا نتیجہ نکلا کہ ہم دفاعی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی غرض ہر لحاظ سے کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے گئے۔ بہر حال اسلام کو چھوڑ کر ہم قوم نہیں بن سکے، کجا یہ کہ ہم بھارت کے مقابلے پر ترقی کرتے۔ اگر ہم نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنایا ہوتا تو ہم ایک طاقتور ملک بن کر اُبھرتے اور پھر قائداعظم کے خیال کے مطابق بھارت سے ضرور برابری کی بنیاد پر دوستانہ تعلقات قائم ہوتے۔

> **جس دن بانی پاکستان کا انتقال ہوا انڈیا نے اسی دن حیدرآباد دکن پر حملہ کر کے اسے ہم سے چھین لیا**
> **آج ہم بھارت کو M F N کا درجہ دیتے ہوئے ایسے واقعات کو کیوں بھول رہے ہیں**

بھارت کو موسٹ فیورٹ نیشن کا درجہ دینا
زراعت کے حوالے سے خودکشی کے مترادف ہے

سوال: آپ نے بعض تنازعات کا ذکر کیا ہے۔ کشمیر ایشو سے صدر پرویز مشرف نے تقریباً دستبرداری اختیار کر لی تھی۔ کشمیر کے علاوہ بھی بھارت کے ساتھ ہمارے بہت سے مسائل ہیں مثلاً پانی مسئلہ۔ اس بارے میں بھارت کا مؤقف ہے کہ پاکستان ڈیم نہ بنا کر پانی ضائع کر رہا ہے۔ لہٰذا پانی روکنے کے بارے میں پاکستانی موقف بودا ہے۔ اِس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بھارت کے ساتھ ہمارے بے شمار مسائل ہیں۔ جس دن بانی پاکستان کی رحلت ہوئی، بھارت نے حیدرآباد دکن پر حملہ کر کے اُسے ہم سے چھین لیا تھا۔ آج بھارت کو MFN کا درجہ دیتے ہوئے ہم ایسے واقعات کو بھول رہے ہیں۔ ہم جونا گڑھ ریاست کو بھول گئے۔ ضیاء الحق کے دور میں جب ہم نے شدید سردی میں سیاچن میں مورچے خالی کیے (اور اس موسم میں ہر سال دونوں ممالک ایسا کیا کرتے تھے، کہ وہاں درجہ حرارت منفی 50 تک جاتا ہے جو انسان کے لیے ناقابل برداشت ہے) تو بھارت نے ایسی جگہ پر بھی قبضہ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اس نے وہاں قبضہ کر لیا اور آج تک اس پر قابض ہے۔ ضیاء الحق صاحب کا اس بارے میں کہنا تھا کہ وہاں تو گھاس کا تنکا بھی نہیں اُگتا۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ تمام علاقے جہاں گھاس نہیں اُگتی بھارت کو دے دینے چاہئیں؟ یہ ہمارے حکمرانوں کی سوچ رہی ہے۔ ہماری قیادت جسے صرف اپنا اقتدار عزیز ہوتا ہے وہ سیاچن سے فوجیں بلانے پر تیار ہے لیکن بھارت تیار نہیں ہو رہا۔ جہاں تک پانی کے مسئلے کا سوال ہے تو بھارت اگرچہ ہمارا پانی چوری کر رہا ہے جو سندھ طاس معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے لیکن اس کی یہ دلیل کسی حد تک درست ہے کہ پاکستان ڈیم نہ بنا کر پانی ضائع کر رہا ہے، یہ پانی سمندر میں جا رہا ہے تو ہم کیوں نہ اپنی زمینوں کو سیراب کریں۔ اگر ہم اہل پاکستان نے ڈیم بنائے ہوتے تو کم از کم وہ ایسی بودی دلیل اپنے حق میں استعمال نہ کر سکتا۔ اگرچہ بھارت کا ڈیم بنا کر ہمارا پانی روکنا سراسر غلط ہے، لیکن ہم نے بھی تو ڈیم نہیں بنائے۔ ہمیں اپنے سیاسی اختلافات اور باہمی جھگڑوں سے فرصت نہیں۔ لہٰذا بھارت نے دشمن کی حیثیت سے ہماری کمزوری کا فائدہ اُٹھا کر ہمارا پانی روک لیا۔ اگر ہم طاقتور ہوتے تو کیا وہ ایسا کر سکتا تھا؟ لوگ کہتے ہیں کہ اگلی جنگ پانی پر ہوگی جبکہ ہم تو اپنے تمام معاملات سے دستبردار ہوتے جا رہے ہیں۔ زراعت کے معاملہ میں اس وقت یہ صورتِ حال ہے کہ 2020ء کے بعد پاکستان کی صورتِ حال انتہائی مخدوش نظر آتی ہے۔ ان حالات میں بھارت کو M.F.N قرار دینا کم از کم زراعت کے حوالے سے خودکشی کے مترادف ہے۔ خاکم بدہن، مجھے بھارتی صحافی کی یہ بات درست نظر آتی ہے کہ اہل پاکستان پر وہ وقت بھی آسکتا ہے جب وہ اپنا ایٹم بم ہاتھ میں لیے

پھریں گے کہ اس کے بدلے ہمیں اشیائے خورد نوش دے دی جائیں۔ میں حکومت کو بہت پُر زور انداز میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ ہمارے پاس اب بھی وقت ہے، خدارا! جاگیں اور اپنی آنکھیں کھولیں اور ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے مستقبل کی پالیسیاں بنائیں۔ اگر صرف اقتدار کو بچانے کے لیے MFN جیسے فیصلے کیے گئے تو پھر تباہی ہمارا مقدر ہوگی۔

سوال : حریت کانفرنس کی اعلیٰ قیادت نے حال ہی میں پاکستان کا دورہ کیا ہے۔ کیا ہماری حکومت نے حریت کانفرنس کے راہنماؤں کو MFN ایشو پر اعتماد میں لینے کے لیے پاکستان مدعو کیا تھا؟

ایوب بیگ مرزا : حریت کانفرنس کی جس قیادت نے پاکستان کا دورہ کیا ہے، یہ ''ماڈریٹ'' لوگ ہیں، جبکہ علی گیلانی کا مؤقف اس قیادت سے مختلف ہے۔ وہ پاکستان کی موجودہ کشمیر پالیسی سے اتنے دلبرداشتہ ہو چکے ہیں کہ وہ پاکستان آئے ہی نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان اپنے اندرونی معاملات کی وجہ سے اس حیثیت میں نہیں کہ بھارت سے بہت بہتر تعلقات استوار کیے جائیں۔ یہ لوگ بھی پاکستان کو سمجھانے آئے ہیں کہ خدارا M.F.N کی طرف مت جاؤ۔ جبکہ ہمارے حکمرانوں نے ان سے یہی کہا کہ ہمیں یہ کام کرنے دیں اور آپ اس معاملے میں کوئی احتجاج نہ کریں۔ اس وفد نے اپوزیشن اور حکومتی سیاستدانوں سے ملاقاتیں کیں لیکن حکومت کسی طور اپنے اس اقدام سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہوئی۔ مخدوم امین فہیم کا بیان آ گیا ہے کہ ہم نے بھارت سے وعدہ کیا ہوا کہ ہم بھارت کو M.F.N کا درجہ ضرور دیں گے لہٰذا پوری پاکستان قوم اس قوم کو پسندیدہ ترین ملک تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو جائے جو ہماری دشمن ہے۔ جس کی فوج ہماری کشمیری مسلمان خواتین کی عصمت دری کر رہی ہے۔ جس نے ہمارا پانی روک رکھا ہے، جو ہم سے چار جنگیں لڑ چکا ہے، جو سیاچن جیسے سرد ترین محاذ پر قبضہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ اگر ہم نے 65 سال بعد بھارت کو اپنا پسندیدہ اور محبوب ترین ملک قرار دینا تھا تو پھر 1947ء میں خونی لکیر کھینچنے کی کیا ضرورت تھی؟ خون کے دریا بہا کر الگ ملک کیوں بنایا تھا؟ بھارت کو M.F.N کا درجہ دینا ملک و قوم کے ساتھ صریح ظلم ہے۔ اب الیکشن قریب ہیں۔ لہٰذا میں آئندہ آنے والی حکومت سے مطالبہ کروں گا کہ وہ سب سے پہلے اس معاہدے کو ختم کرے، تاکہ موجودہ حکومت نے قوم کو جس بند گلی میں داخل کر دیا ہے اس سے نجات حاصل کی جا سکے۔ (مرتب: وسیم احمد رمحمد بدر الرحمٰن)

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

حصہ اول سُورۃ الفاتحہ و سُورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
(چھٹا ایڈیشن) —— صفحات:360، قیمت 450روپے

حصہ دوم سُورۃ آلِ عمران تا سُورۃ المائدہ
(چوتھا ایڈیشن) —— صفحات 321، قیمت 400روپے

حصہ سوم سُورۃ الانعام تا سُورۃ التوبہ
(دوسرا ایڈیشن) —— صفحات 331، قیمت 400روپے

حصہ چہارم سُورۃ یُونس تا سُورۃ الکہف
(پہلا ایڈیشن) —— صفحات 394، قیمت 450روپے

★ عمدہ طباعت ★ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ★ امپورٹڈ پیپر

ملنے کے پتے

انجمن خُدام القرآن خیبر پختونخوا پشاور

A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر2، شعبہ بازار پشاور فون: (091)2584824,2214495

مکتبہ خُدام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور فون: (042)35869501-3

★★★★★

مقامی تنظیم قاسم آباد میں نذیر احمد قریشی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ حیدر آباد کی جانب سے مقامی تنظیم قاسم آباد میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 10 جنوری 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب نذیر احمد قریشی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

★★★★★

اجوائن اور بیری کا خالص شہد

فری ہوم ڈلیوری: 0322-4371473

مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

”دوڑو اللہ کی طرف!“

اجتماع کے مقاصد کا عنوان تعلق مع اللہ تھا

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مفصل روداد

مرتب: محبوب الحق عاجز

کارکنوں کی فکری نشو ونما اور تربیت کا اہتمام تنظیمی اور جماعتی زندگی کا ناگزیر تقاضا ہے۔ چنانچہ ہر اجتماعیت جو ایک ٹھوس مقصد لے کر اُٹھتی ہے، اپنی فکری اساس پر کارکنوں کی تربیت کرتی ہے۔ تنظیم اسلامی ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے، جو سیرۃ مطہرہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ منہج انقلاب پر چلتے ہوئے پہلے پاکستان میں اور پھر کُل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ چاہتی ہے۔ تاکہ غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی انسان کے بنائے گئے ظالمانہ استحصالی نظام کا خاتمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ پر مبنی عادلانہ نظام کی روشنی سے روئے ارضی جگمگا اُٹھے۔ یہ زمین اللہ کی ہے، حق حکمرانی بھی اُسی کا ہے۔ کسی فرد، کسی پارٹی اور کسی طبقے کا یہ مزعومہ حق تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اہل زمین پر اللہ کی بجائے اپنا حکم اور مالک کائنات کے قانون عدل کی بجائے اپنے ضابطے نافذ کرے۔ ”لاحکم الا للہ“ کا یہ نعرہ صدائے انقلاب ہے۔ لیکن یہ انقلاب کسی ایک طبقے کی دوسرے طبقے کے خلاف بغاوت کا نام نہیں، جیسا کہ ماؤزے تنگ کہتا ہے بلکہ یہ اس سے بڑھ کر سارے عالم کے طاغوت کے خلاف اہل حق کی بغاوت اور اُس کے مزعومہ حق اقتدار کی نفی ہے۔ ایک ایسے عظیم الشان مشن کی علمبردار انقلابی جماعت اپنے کارکنوں کی فکری تربیت سے کیونکر غافل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی کے ہاں رفقاء کی فکری تربیت اور ذہن سازی کے لئے مختلف سطحوں پر پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے سب سے بنیادی پروگرام اُسرہ میٹنگ ہے، جس میں چند رفقاء اپنے نقیب کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں، اور سب سے بڑا اجتماع جس میں تنظیم کے تمام رفقاء مدعو ہوتے ہیں، سالانہ اجتماع ہے۔ تنظیم کے سالانہ اجتماع کا انعقاد تسلسل کے ساتھ ہوتا ہے۔ امسال یہ اجتماع 13,14، 15 جنوری 2013ء کو حسب سابق مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں منعقد ہوا۔ یہ اجتماع عام تھا، اور اس میں مبتدی اور ملتزم تمام رفقاء کی شرکت لازمی تھی۔ چنانچہ پورے ملک سے بڑی تعداد میں رفقاء ذوق وشوق سے اس میں شریک ہوئے۔ اگرچہ کوئٹہ میں شیعہ برادری کے افراد کے قتل کے سانحہ پر ملک بھر میں جو احتجاج اور سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، اُس کی بنا پر بہت سے رفقاء اور ذمہ داران خصوصاً کراچی سے آنے والے ساتھیوں کو سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑا، اور وہ بروقت اجتماع میں شریک نہ ہو سکے۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز اگرچہ نماز عصر سے ہوا، لیکن رفقاء صبح سے ہی اجتماع گاہ میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ اجتماع کے ناظم ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی (امیر حلقہ پنجاب جنوبی) مقرر ہوئے تھے۔ مگر ناسازی طبع کی بنا پر اجتماع کی نظامت امیر حلقہ لاہور محمد جہانگیر کے سپرد کی گئی۔ انتظامیہ کی انتھک محنت نے اجتماع گاہ کو خوبصورت قطعہ میں بدل دیا تھا۔ رفقاء واحباب کی رہائش گاہوں کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ کھانے کا انتظام رہائش گاہوں کے اندر ہی کیا گیا تھا۔ اجتماع گاہ میں مکتبہ خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے سٹال بڑے قرینے سے سجے تھے۔ گاڑیوں کی پارکنگ کا بھی عمدہ انتظام تھا۔ استقبالیہ کیمپ کے ساتھ ہی کھانے پینے کی اشیاء، چائے اور پھلوں کے سٹال لگے تھے۔ اس حسن انتظام پر انتظامیہ مبارکباد کی مستحق ہے۔ ذیل میں اجتماع کی مفصل روداد پیش کی جارہی ہے۔ اجتماع کا مرکزی موضوع تعلق مع اللہ مقرر کیا گیا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری ناظم برائے تعلیم وتربیت محترم انجینئر نوید احمد نے انجام دی۔

اجتماع کا آغاز 13 جنوری 2013ء بعد نماز عصر مطالعہ حدیث سے ہوا۔ جناب عبدالرزاق کوڈ داوی نے درس حدیث دیا۔ درس کا موضوع تھا: اللہ کن سے محبت کرتا ہے۔ مدرس نے موضوع سے متعلق احادیث بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ کو سب سے زیادہ وہ محبت پسند ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ اور جس نے کسی بندے سے اللہ کے لئے محبت کی، اس نے اللہ ہی کی توقیر کی۔ اللہ ان بندوں سے محبت کرتا جو اس کی خاطر دوسروں سے محبت کریں، اللہ کی خاطر جمع ہوں اور اسی کے لئے جدا ہوں۔ محبت معرفت کی اساس اور تعلق مع اللہ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی کی علامت یہ ہے کہ بندہ، ہر وہ چیز چھوڑ دے جو اللہ کو ناپسند ہے۔ محبت قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس سے اللہ کا قرب، معرفت اور ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے اور یوں یہ محبت جنت کا راستہ بن جاتی ہے۔ محبت کے ذریعے بندہ مستجیب الدعوات بن جاتا ہے۔ دراصل دین اسلام محبت اور تسلیم و رضا کا نام ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کا رشتہ جوڑنے کے بعد ضرورت اس امر کی ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد میں شامل ہر رفیق سے دلی محبت کا تعلق قائم کیا جائے، اور اس جدوجہد کے لیے اپنا تن من دھن نثار کیا جائے۔

استقبالی کلمات ——— امیر تنظیم اسلامی

درس حدیث کے بعد سٹیج سیکرٹری نے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کو دعوت دی۔ امیر تنظیم اسلامی نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ ہم رب رحیم

کے شکرگزار ہیں جس نے ہمیں یہاں مل بیٹھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اقامت دین کی جدوجہد بنیادی دینی فریضہ ہے۔ یہ رب سے وفاداری کا بنیادی تقاضا ہے۔ اس کے لئے باہم مل بیٹھنا بھی اللہ کی نگاہ میں بہت قابل قدر کام ہے۔ اس پر اللہ کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔ مختصر استقبالی کلمات کے بعد انہوں نے رفقائے تنظیم اسلامی کے نام اپنا پیغام پڑھ کر سنایا۔ بعدازیں ناظم اجتماع محمد جہانگیر نے اجتماع کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے انتظامی ہدایات بیان کی اور رفقاء کو تاکید کی کہ سمع واطاعت کی فضا کو برقرار رکھیں اور اجتماع سے متعلق ہدایات کے کتابچے کا مطالعہ کرکے اس میں درج ہدایات پر عمل کریں۔

''تعلق مع اللہ'': حافظ نوید احمد

انجینئر نوید احمد نے تعلق مع اللہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اس تین روزہ اجتماع کا بنیادی موضوع یہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحریکوں کی ناکامی کا بنیادی سبب اسی تعلق کی کمی، یا تعلق مع اللہ پر سے فوکس کا ہٹ جانا اور اپنی کامیابی یا ناکامی کو اسباب سے جوڑنا ہے۔ تحریکی جدوجہد کے کارکنوں پر یہ بات روزروش کی طرف عیاں ہونی چاہیے کہ اُن کی نماز، قربانی، اور مرنا جینا سب اللہ کے لئے ہے۔ ہر کام اخلاص نیت کے ساتھ یعنی صرف حصول رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ اللہ سے تعلق ہی ہمیں شیطان کے حملوں سے بچاسکتا ہے۔ اللہ کی مدد کے بغیر غلبۂ دین کی منزل کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ قرآن کی رو سے دنیا میں خلافت بھی انہی لوگوں کا حق ہے جو اللہ سے مضبوط تعلق رکھنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تعلق مع اللہ کا انعام اللہ کی خوشنودی اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص اللہ کی ناراضی سے بچتا ہے، اللہ اس کے معاملات میں آسانی پیدا فرمادیتا ہے، اور اُس کا اللہ تعالیٰ سے ولایت باہمی کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ انہوں نے دُعا کی کہ اللہ ہمیں تعلق مع اللہ میں مضبوطی عطا فرمائے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق دے۔ آمین

نماز مغرب کے بعد جناب خورشید انجم نے ''اللہ کے لئے باہم محبت کرنے والوں کا مرتبہ'' کے زیرعنوان حدیث کا مطالعہ کروایا۔ ایک حدیث کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایسے خوش نصیب لوگ ہیں جو انبیاء اور شہداء میں سے نہیں، لیکن لوگ ان کے مرتبے کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے سراسر نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور روز قیامت انہیں کوئی خوف وحزن نہ ہوگا۔

''اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست'': رحمت اللہ بٹر

امیر تنظیم اسلامی کے مشیر برائے دعوتی امور رحمت اللہ بٹر کا موضوع ''اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست'' تھا۔ انہوں نے اپنے کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب اللہ کی رسی (یعنی قرآن کو) مضبوطی سے تھامنا اور تفرقہ سے بچنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جنہیں مضبوطی سے تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے یعنی اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ اللہ کی رسی (یعنی قرآن) کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب ہے کہ کتاب اللہ کے حقوق ادا کیے جائیں۔ یعنی اس پر ایمان لایا جائے۔ اس کی باقاعدگی سے تلاوت کو معمول بنایا جائے، اس کو سمجھا جائے، اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا اور اپنے اجتماعی نظام زندگی کو قائم کیا جائے۔ اس پیغام کو پوری انسانیت تک پہنچانے کے لئے اپنے وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ انہوں نے متنبہ کیا کہ اگر ہم نے اللہ کے کلام کے حقوق کی ادائی میں کوتاہی کی تو روز قیامت یہ ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

''اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'': ڈاکٹر عبدالسمیع

خصوصی مشیر برائے تربیتی امور ڈاکٹر عبدالسمیع نے ''اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے جو ذرائع قرآن میں بیان ہوئے ہیں، ان میں سے نماز، اور صبر کو اللہ سے مدد حاصل کرنے کا اہم ذریعہ بنایا گیا ہے۔ قرآن میں صبر جھیلنے اور برداشت کرنے کے معنوں کے ساتھ حقیقتاً راہ حق میں ڈٹ جانے اور ثابت قدمی اختیار کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ سے صبر وثبات کی توفیق مانگنا چاہیے، تاکہ اسباب پر یقین کی جگہ صرف اللہ کے فاعل حقیقی ہونے کا یقین دلوں میں جاگزیں ہوجائے۔ اللہ سے مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ انسان اگر اپنا ذاتی محاسبہ کرتا رہے تو اس سے تعلق مع اللہ مضبوط ہوتا جائے گا۔ اللہ کا حکم سمجھ کر اور اُس کی خوشنودی کے لئے نماز باجماعت کی پابندی کی جائے تو یہ تعلق مع اللہ پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ رب کے سامنے کھڑا ہونے کا تصور ہی رب کو راضی کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ امید اور خوف کے درمیان زندگی گزارے۔ انہوں نے یاد دلایا کہ ہماری دینی جدوجہد کا مقصد برتری اور حصول اقتدار نہیں بلکہ اللہ کی رضا اور مغفرت اور جنت کا حصول ہونا چاہیے۔

اللہ کے سامنے حاضری کی تیاری: ڈاکٹر مقصود احمد

14 جنوری اجتماع کا دوسرا دن تھا۔ اس روز بعد نماز فجر درس قرآن ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر عارف رشید نے دینا تھا، مگر وہ لاہور سے بہاولپور سڑک بند ہوجانے کی بنا پر اجتماع گاہ نہ پہنچ سکے۔ بنابریں اُن کی جگہ حلقہ خیبر پختونخوا (جنوبی) کے ملتزم رفیق ڈاکٹر مقصود نے درس قرآن دیا۔ موضوع تھا: ''اللہ کے سامنے حاضری کی تیاری۔'' سورۂ کہف کی آخری آیت کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس آیت کے مطالعے سے تین باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں یعنی اللہ کا تعارف، رسول اللہ ﷺ کا تعارف اور انسان کا تعارف۔ اللہ کا تعارف یہ ہے کہ وہ اپنے وجود، اپنی طاقت وقدرت، اپنے اختیارات اور اپنی صفات وعلم کے اعتبار سے واحد ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کے بندے اور رسول ﷺ ہیں، جن پر وحی نازل ہوئی ہے۔ جو شخص اللہ کو اپنا خالق ومالک مانتا ہے، وہ اس سے ملاقات کا امیدوار رہتا اور اُس کے سامنے اپنے محاسبہ سے ڈرتا ہے احتساب کا خوف انسان کو راہ راست پر قائم رہنے میں مددگار ہوتا ہے۔ اگر آخرت کا خوف نہ ہو تو انسان بھیڑیا بن جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایمان بالآخرہ کی پختگی کے لئے خودساختہ تصورات سے چھٹکارہ پانا ضروری ہے۔ مثلاً شفاعت باطلہ کا تصور، جو آخرت میں جوابدہی کے یقین کو کمزور کردیتا ہے۔ دینی مفاد کو دنیاوی مفاد پر ترجیح دینے سے فکر آخرت پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ آخرت میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اعمال صالحہ یعنی عبادت، اخلاقیات

اور دعوت واقامت دین میں اپنی صلاحیتیں اور جان و مال کھپائے اور اپنے رب کی بندگی میں میں کسی کو شریک نہ کرے۔

"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا": مومن محمود

ناشتہ کے بعد صبح نو بجے مومن محمود نے "واذکروا اللّٰہ ذکرًا کثیرًا" کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دل کو اللہ کی یاد کے ذریعے زندہ کیا جا سکتا ہے۔ ذکر عبادت ہے۔ ذکر محبت کا شعار ہوتا ہے۔ یعنی جس سے محبت کی جاتی ہے اس کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ جب اللہ ہمارا محبوب بن جاتا ہے تو ذکر تکلفاً نہیں بلکہ بے ساختہ صادر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو شے تکلفاً زبان پر آتی ہے وہ آدمی پر غلبہ نہیں پاتی۔ ذکر اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس شعوری کیفیت کے ساتھ ہو گویا اللہ کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ نیز آدمی کے سوچنے سمجھنے اور تجزیہ کا انداز شریعت کے مطابق ہو، اپروچ سیکولر نہ ہو۔ اگر زبان پر اللہ کا نام ہو اور زاویہ نگاہ سیکولر ہو تو یہ ذکر کی روح کے سراسر منافی ہے۔ حقیقی ذاکر وہ ہے جس کے ہاں کوئی فکر اور سوچ بھی اللہ کے تصور کے بغیر نہ اندر جا سکے اور نہ باہر آ سکے۔ اللہ کا ذکر اس کثرت سے کیا جائے کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ اللہ کی محبت دل میں پیدا کرنے کے لئے کثرت ذکر بہت ممد ومعاون ہے۔ لہٰذا زبان کو ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رکھنا چاہیے۔ ذکر اللہ کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ دوسرا ذریعہ تلاوت قرآن ہے۔ اللہ کے ذکر کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ آدمی اللہ کی نعمتوں پر غور کرے اور ان کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لے کر ان کی اصلاح کرے۔ اس کے علاوہ استغفار کو اپنا شعار بنایا جائے۔ صبح اور شام کے مسنون اذکار کو اپنے معمولات میں شامل کیا جائے۔ ذکر کا ایک بہت اہم ذریعہ اللہ سے دُعا کا رشتہ قائم کرنا ہے۔ مومن محمود نے کہا کہ جدید دور کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہے انسان سے اس کی خلوت چھین لی گئی ہے۔ لہٰذا خلوت کا ایک وقت مقرر کر کے ذکر الٰہی اور دُعا کا اہتمام کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذکر کا ایک فائدہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ذکر انسان کو شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھتا ہے۔ دل کا وظیفہ ہی یہ ہے کہ وہ کسی کو یاد کرے۔ دل کو اللہ کے سوا کسی اور کی یاد سے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔

"فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ": حافظ خالد شفیع

سکھر کے رفیق حافظ خالد شفیع نے "فادعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدین" کے موضوع پر شرکائے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یوں تو تمام عبادات اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا موثر ذریعہ ہیں لیکن دعا یعنی اللہ سے مانگنا، اُسے پکارنا تعلق مع اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ہم دنیا کے حاکموں سے مانگیں تو وہ ناراض ہوتے ہیں، جبکہ ہمارا رب مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ خود کہتا ہے کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔ جب بندہ دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ دست دُعا کو خالی لوٹا دے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ دُعا عبادت کا مغز ہے جبکہ ایک اور فرمان کے مطابق دعا ہی اصل عبادت ہے۔ اس لئے کہ مانگنا عاجزی، بے بسی اور بندگی کا مظہر اتم ہے۔ اللہ کے نزدیک دُعا سے افضل کوئی عمل نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق جس کے لئے دُعا کا دروازہ کھول دیا گیا، اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ دُعا کے آداب کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ خالد شفیع نے کہا کہ دُعا کا ادب یہ ہے کہ خلوص واخلاص سے دعا مانگی جائے۔ دُعا کرنے والا باوضو ہو۔ دعا کا آغاز حمد وثنا اور درود پاک سے کیا جائے۔ ہاتھ سینے کے سامنے تک اُٹھے ہوں اور نگاہیں جھکی ہونی چاہئیں۔ دعا قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگی جائے اور اس کے اثرات کے ظاہر ہونے تک صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا جائے۔ دُعا میں ترتیب کا خیال رکھا جائے۔ کوئی ایسی چیز نہ مانگی جائے جس کا ملنا عادتاً محال ہو۔ دُعا کے بعد آمین کہی جائے اور دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے جائیں۔ دُعا کی عدم قبولیت کے اسباب بیان کرتے ہوئے حافظ خالد شفیع نے کہا کہ اس کا ایک اہم سبب حرام خوری ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاکیزہ چیزوں کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ پس رزق حرام سے اپنے جسم کی پرورش کرنے والے کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔ انہوں نے حدیث کے حوالے سے کہا کہ مظلوم، بیت اللہ کا حج کرنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ، بیمار اور اُس شخص کی دُعا جو دوسروں کے لئے دُعا مانگے، رد نہیں ہوتی۔

"کارساز ما بفکر کار ما": انجینئر مختار حسین فاروقی

ناظم اعلیٰ تحریک خلافت انجینئر مختار حسین فاروقی کی گفتگو کا موضوع "کارساز ما بفکر کار ما" تھا۔ انہوں نے کہا مولانا رومی کے ایک شعر کے اس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے کام میں اگر اس کے نتیجہ کی فکر کروں تو یہ کام میرے لئے ایک آزار سے کم نہ ہوگا۔ انسان کا مزاج یہ بننا چاہیے کہ کوئی لمحہ تعلق مع اللہ سے خالی نہ ہو۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ جس کلمہ گو کا مرکز ومحور آخرت بن جائے، اللہ اس کے دل میں غنا ڈال دے گا اور اس کے معاملات درست کر دے گا۔ اس کے برعکس جو آدمی دنیا کو اپنی سوچ کا مرکز بنائے رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے اُوپر فقر لکھ دیتا ہے، اور اللہ اس کے معاملات کو بکھیر دیتا ہے۔ دنیا اس کو اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے مقدر میں ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری سوچ اور فکر کا مرکز ومحور آخرت ہو تو ہمارا وہ مزاج بن سکتا ہے جس کا ذکر مولانا رومی کے شعر میں کہا گیا ہے۔ اس شعر سے حوصلہ ملتا ہے کہ نتیجہ کی فکر کئے بغیر ہمیں اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے۔ غلبہ واقامت دین کی منزل کا نشان نظر آئے، یا نہ آئے ہمیں اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔

"ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی": عامر خان

11 بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت عامر خان نے مجذوب کے شعر کے مصرعے "ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی" پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل کو آباد کرنا ضروری ہے۔ اللہ کی محبت ہر محبت پر غالب ہونی چاہیے۔ آدمی جب تک اللہ کی راہ میں پسندیدہ مال ومتاع خرچ نہ کرے گا، اُسے نیکی میں کمال اور قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ مرتبہ تب حاصل ہوتا ہے جب انسان اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں قربان کرے۔ رفقائے تنظیم اسلامی کے لئے اپنی محبوب شے اقامت دین کے لئے لگانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی بہترین صلاحیتیں اور بقیہ زندگی کا بیشتر حصہ اس جدوجہد میں لگانے کا عہد کریں، اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی کا رُخ متعین کریں۔ اگر ہماری بہترین صلاحیتوں کا مصرف دنیوی زندگی بن جائے تو نفاق کا خطرناک مرض لاحق ہو سکتا ہے۔ اس نفاق کا علاج یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو انسان اپنی ہر شے کفارے کے طور پر دینے کو تیار ہو جاتا ہے، مگر زندگی میں انفاق اسے

مشکل لگتا ہے۔ یہ حُبِّ مال کا نتیجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اپنا مال اپنی موت سے قبل خرچ کرو۔ لہٰذا موت سے پہلے ہمیں راہ خدا میں مال خرچ کرنا اور اپنی اصلاح کر کے رول ماڈل بننا چاہیے۔ اسی صورت میں ہم اپنے مشن میں آگے بڑھ سکیں گے۔

"وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ": ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی

امیر تنظیم حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے "وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ" کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ تعلق مع اللہ کے ضمن میں فریضہ جہاد کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اگر جہاد نہ ہو تو ہماری دینداری ہمیں رہبانیت کی طرف لے جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام صرف عقائد و رسومات مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل دین ہے۔ مسلمان وہ مجاہد ہے جو غلبۂ دین کے لیے سرگرم عمل ہے اور جہاد وہ مقدس جدوجہد ہے جو دین کے غلبہ اور اس راہ میں رکاوٹ بننے والی قوتوں کے خاتمہ کے لئے کی جاتی ہے۔ جہاد دنیا کے انسانوں کو غلام بنانے اور اُن کی کمائی ہڑپ کرنے کے لئے استحصالی جنگ کا نام نہیں، یہ عادلانہ نظام کے قیام اور دنیا کو نظام عدل کی روشنی میں لانے کی پاکیزہ جدوجہد ہے۔ جہاد ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن میں اللہ کے قرب کے حصول کے لئے جہاد کو جزو لازم قرار دیا گیا ہے۔ آخرت میں عذاب الیم سے نجات کا ذریعہ بھی ایمان اور جہاد ہیں۔ ایمان کی پکار یہ ہے کہ راہ جہاد میں اپنی جان، مال اور صلاحیتیں لگائی جائیں تاکہ اللہ کا دین غالب ہو۔ انہوں نے کہا کہ آج جہاد کو دہشت گردی اور مذہبی جنون کے تصور سے جوڑ کر اس مقدس فریضے کو دھندلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمارے ہاں بھی عموماً جنگ اور جہاد کو ہم معنی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ جہاد ایک وسیع مفہوم کی حامل اصطلاح ہے۔ راہ خدا میں جنگ اُس کا حصہ ہے۔ اللہ کے دین کے قیام کے لئے کی جانے والی جنگ تو یقیناً جہاد ہے، لیکن مسلمان کی ہر جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاد ایک کشاکش ہے جو ضبط نفس سے شروع ہوتی ہے اور باطل نظام کے خاتمہ کے لئے جنگ تک جا پہنچتی ہے۔ انسان اپنی بقا کے لئے جو جدوجہد کرتا ہے وہ بھی جہاد ہے، لیکن یہ جہاد زندگانی ہے۔ اسی طرح کسی نظریہ کی بنیاد پر کوئی نظام قائم کرنا نظریاتی جہاد کہلاتا ہے۔ سوشلزم، کیمونزم اسی نظریاتی جدوجہد کی اقسام ہیں۔ اسلام جس نظریاتی جدوجہد کا نام ہے، اس کا مدعا اللہ کی حاکمیت کو بالفعل تسلیم کرانا اور قائم کرنا ہے۔ ڈاکٹر خاکوانی نے کہا کہ ہمیں نتیجہ کی پروا کیے بغیر اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔ باطل نظام کے تحت زندگی بسر کرنا گناہ ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی نظام باطل کے خاتمہ اور دین حق کے قیام کے لئے کوشاں ہو۔

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی کے خطاب کے بعد نماز ظہر اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ بعد نماز عصر جب پروگرام دوبارہ شروع ہوا تو جناب عبدالسلام عمر نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے از روئے حدیث بتایا کہ اللہ والے اہل قرآن ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مسخ شدہ تصورات کے مطابق اللہ والا وہ شخص ہے جس کو دنیا سے کوئی لینا دینا ہو۔ بس وہ ہر وقت تسبیحات میں مشغول رہتا ہو، جبکہ دینی تعلیمات ترک دنیا کی نفی کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ ﷺ کا خلق پورا قرآن ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے لئے اللہ والوں کی کامل مثال ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی دعوت، تربیت، ساری جدوجہد اور خلق سب قرآن کے گرد گھومتا تھا۔ آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ نے جب قرآن پر عمل کیا تو ان کی زندگیوں کے ہر شعبے میں انقلاب آ گیا۔ مدرس نے کہا کہ اگر ہم اپنی انفرادی و اجتماعی حیات میں تبدیلی چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کا دامن تھامنا ہوگا۔ اسی سے ہمیں اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔

دائم مشکلات لا الٰہ را: خالد محمود عباسی

نائب ناظم اعلیٰ شمالی زون خالد محمود عباسی نے "دائم مشکلات لا الٰہ را" کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ حق کا راستہ مشکلات کا راستہ ہے۔ مشکلات و مصائب اس راستے کا سنگ میل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم الٰہ واحد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کو الٰہ واحد ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ دین کو قائم کریں، تاکہ ساری دنیا پر اتمام حجت ہو جائے۔ دین غالب نہ ہوگا تو غیر اللہ کا حکم چلے گا اور غیر اللہ کا حکم چلانے والے خواہ کوئی بھی ہوں وہ بہر حال طاغوت ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید کے حقوق کی ادائی ہی اعتصام بالقرآن ہے۔ صحابہؓ کو آپس میں جوڑنے والی یہی کتاب اللہ ہے۔ اللہ سے تعلق اسی کتاب پر عمل کے ذریعے قائم ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب یہ قرآن زندگیوں میں آ جائے تو اس پر عمل کرنے والوں پر مشتمل حزب اللہ وجود میں آتی ہیں۔ قرآن کے ہر صفحے پر لا الٰہ کا مضمون ملتا ہے۔ الٰہ سے مراد معبود اور محبوب و مقصود ہستی ہے۔ الٰہ پر اعتقاد کا ایک لازمی تقاضا یہ ہے کہ زندگی کا کوئی گوشہ اس کی فرمانبرداری سے باہر نہ گزارا جائے۔ دوسرا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں سے اس الٰہ کا تعارف کرایا جائے۔ تیسرا تقاضا یہ ہے کہ فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائی کے لئے خلافت قائم کر کے نوع انسانی پر حجت قائم کی جائے۔ یہی لا الٰہ کے تقاضے ہیں۔ صحابہؓ کی پوری زندگی اسی لا الٰہ کی عملی تفسیر ہے۔ ان کی زندگیوں کا کوئی گوشہ، کوئی لمحہ ایسا نہیں جو ان تقاضوں کی ادائی سے ہٹ کر گزرا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم لا الٰہ الا اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے دین کی صحیح نمائندگی نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔ اللہ نے یہ وعید خود صحابہ کرامؓ کو بھی سنائی تھی۔ پھر ہم کون ہوتے ہیں جو اس وعید کے مستحق نہ ہوں۔ اگر اللہ عربوں کی جگہ تاتاریوں کو لا سکتا ہے تو ہمیں بھی عذاب سے دوچار کر کے کسی اور قوم کو اپنے دین کا جھنڈا تھما سکتا ہے، جو اُس کے دین کی صحیح معنوں میں وفادار ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دین کی تعلیمات یہ ہیں کہ کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جائے۔ ذکر کا ایک مقام یہ بھی ہے کہ ظالم حکمرانوں کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے۔ اُن سے اللہ کے احکام کی پیروی کا مطالبہ کیا جائے۔ جب آپ کلمۂ حق کہیں گے تو لامحالہ مخالفتیں ہوں گی اور مصیبتیں آئیں گی۔ پس یہ ساری مصیبتیں اللہ کو الٰہ ماننے سے آتی ہیں۔ دین یہ کہتا ہے کہ ان پر صبر کیا جائے۔ انہیں خندہ پیشانی سے جھیلا جائے۔ اسی سے ہماری صلاحیتوں میں نکھار آئے گا۔ خالد محمود عباسی نے صحابی رسول ﷺ حضرت بلال ؓ کی مثال دی کہ اُن پر جبر و تشدد کی حد کر دی گئی مگر اُن کی زبان پر پھر بھی اللہ کا ذکر جاری ہوتا تھا۔ وہ احد احد ہی کہتے تھے۔

بعد نماز مغرب درس حدیث ہوا۔ یہ درس ممتاز بخت نے دیا۔ موضوع تھا: اللہ والوں سے دشمنی کی مذمت۔ اس کے بعد رسول ﷺ کا طریق انقلاب کے موضوع پر بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ویڈیو خطاب دکھایا گیا۔ جس سے تنظیم کے نئے رفقاء اور احباب پر تنظیم اسلامی کا مسنون انقلابی منہج خوب واضح ہوا، اور انہیں انقلاب کے معنی و

مفہوم سے آگاہی ہوئی۔ اور تنظیم کے دیگر جملہ رفقاء کو یاد دہانی ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد انجینئر عثمان علی نے درس حدیث دیا۔ موضوع تھا: اللہ کیا چیز قبول فرماتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور حلال اور طیب چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ اور بے ریا عبادت کو قبول کرتا ہے۔ اُس انفاق کو سند قبول عطا کرتا ہے جو حلال اور پاکیزہ مال سے ہو۔ حرام کی کمائی سے کیا گیا انفاق قبول نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ خود انسان کا حال یہ ہے کہ اُسے ملاوٹ والی چیز پسند نہیں، مگر یہ کتنی نادانی کی بات ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں حرام مال سے صدقہ کرے، اور پھر یہ توقع رکھے اللہ اسے قبول کرے گا۔

درسِ قرآن: ''اتباع رسول ﷺ'': حافظ نوید احمد

15 جنوری کو اجتماع کا تیسرا اور آخری دن تھا۔ حسب معمول بعد نماز فجر درس قرآن ہوا۔ یہ درس انجینئر حافظ نوید احمد نے دیا۔ انہوں نے سورۂ آل عمران کی آیت 31 پر گفتگو کی۔ انہوں نے اس آیت کے شان نزول کے ضمن میں نجران کے عیسائی وفد کی آمد کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی محبت کا ذریعہ اتباع رسول ہے۔ اتباع نام ہے جذبہ محبت کے ساتھ آپؐ کی اطاعت کا۔ اتباع ہر معاملے میں مطلوب ہے، جبکہ ہم نے اسے محدود کر دیا ہے۔ ہم جس اتباع سے واقف ہیں وہ محض آپؐ کے معمولات زندگی کی پیروی تک محدود ہے۔ جبکہ حقیقت میں اتباع کا تقاضا ہے کہ فکر و عمل کے ہر میدان میں آپؐ کے نقش قدم کی پیروی کی جائے۔ اتباع رسول کا پہلا میدان یہ ہے کہ ہم آپؐ کے فرامین کو حجت مانیں۔ دوسرے یہ کہ ذاتی زندگی میں آپؐ کے احکامات کے آگے سر جھکا دیں۔ تیسرے یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے ہم تک جو دین پہنچایا ہے، اس کو دوسروں تک پہنچائیں، نیکی کا حکم دیں اور بُرائی سے روکیں۔ چوتھے یہ کہ آپؐ کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھیں اور حرام کردہ چیزوں کو حرام جانیں اور آپؐ نے شادی بیاہ اور موت مرگ کے سلسلے میں ہمیں جن ناروا بوجھوں اور طوقوں سے نجات دی ہے اُن سے اپنے آپ کو بچائیں۔ پانچویں یہ کہ غلبہ و اقامت دین کے لئے جدوجہد کریں، اس راہ میں ہر طرح کی قربانی دیں اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔ ان تمام گوشوں میں آپؐ کا اتباع لازم ہے۔ انجینئر نوید احمد نے آیت زیر درس کے آخری حصے ﴿يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ کے حوالے سے کہا کہ اتباع رسول سے دو بڑے فوائد حاصل ہوں گے، ایک یہ کہ اللہ ہم سے محبت کرے گا، دوسرے وہ ہمارے گناہ بخش دے گا۔

''ما قدروا اللہ حق قدرہ'': شجاع الدین شیخ

انجینئر نوید احمد کے درس کے بعد ناشتہ کا وقفہ ہوا۔ 9 بجے پروگرام کا دوبارہ آغاز حلقہ کراچی شمالی کے امیر شجاع الدین شیخ کے خطاب سے ہوا۔ اُن کے خطاب کا موضوع تھا: ''ما قدروا اللہ حق قدرہ''۔ اللہ کی ناقدری کیسے ہوتی ہے، کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ کی سب سے بڑی ناقدری یہ ہے کہ اُس کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرایا جائے، حالانکہ ہر چیز اللہ کی مخلوق ہے اور اپنی تمام ضروریات حتیٰ کہ وجود کے لئے بھی اللہ کی محتاج ہے۔ اللہ کی اس سے بڑی ناقدری اور کیا ہوگی کہ اُس کی مخلوق کو جو اُس کی محتاج ہے اُس کے ہم پلہ قرار دے کر اُس کو مدد کے لئے پکارا جائے۔ اللہ کی ناقدری کی ایک اور صورت یہ ہے کہ اللہ کی بجائے مادی اسباب و وسائل پر بھروسا کیا جائے۔ اسباب و وسائل اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ انسان کوتاہ نظر ہے۔ وہ مسبب الاسباب کی بجائے اسباب ہی پر نگاہیں مرکوز کر لیتا ہے۔ فاضل مقرر نے رفقاء و احباب کو خود احتسابی کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ اس بات کا جائزہ لیں کہ آپ کا توکل و اعتماد اسباب و وسائل پر ہے، یا مسبب الاسباب پر۔ اس کا اندازہ آپ کو اسی ایک بات سے ہو جائے کہ جب آپ کو اپنے بیٹے کی شدید علالت یا کسی بڑے حادثہ کی خبر ملتی ہے تو سب سے پہلے آپ کا ذہن اللہ کی طرف جاتا ہے یا روپے پیسے کی طرف! اِسی سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا توکل اللہ پر ہے یا نہیں---- اللہ کی رحمت سے مایوسی بھی اللہ کی ناقدری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ مژدہ جاں فزا سناتا ہے کہ میرے جو بندے مغفرت کے طلبگار رہوں گے میں اُن کے سارے گناہ معاف کر دوں گا، انہیں میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے باوجود اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جانا اللہ کی ناقدری ہے، جس سے ہمیں اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ اللہ کی ناقدری کی ایک اور صورت اُس کی نعمتوں کی ناقدری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ایک کتا بھی اپنے مالک کی شکر گزاری کا رویہ اپناتا ہے۔ ایک انسان ہے جو اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ ناشکری اللہ کے غصے کو بھڑکانے والی روش ہے۔ اگر اللہ کا شکر ادا کیا جائے تو وہ نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے اور اگر اُس کی ناشکری کی جائے تو اُس پر سخت عذاب کی وعید ہے۔ غلبۂ دین حق کی جدوجہد کا جو شعور اللہ نے ہمیں دیا ہے یہ اللہ کی خصوصی عنایت ہے۔ اللہ کی اس عنایت کی قدردانی کرنی چاہیے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اس کام کے لئے اپنے جسم و جان کی ساری صلاحیتیں لگا دیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یہ بھی اللہ کی ناقدری ہے۔

﴿وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾: اویس پاشا قرنی

اویس پاشا نے اپنے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ صحبت سے اثر لینا اور اہل صحبت پر اثر انداز ہونا ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں اس حقیقت کو اپنے اپنے انداز میں تسلیم کیا گیا ہے۔ انسان سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں، وہ اعمال درحقیقت انسان غیر رسمی انداز سے اپنے ماحول سے سیکھتا ہے۔ انسان کی معلومات کا بڑا ذریعہ ماحول ہے۔ اور یہ معلومات ہی آدمی سے صادر ہونے والے اعمال کی اساس بنتی ہیں۔ گویا ماحول اور انسانی اعمال کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اسی لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ صادق لوگوں کے ساتھ جڑے رہو۔ صادقین سے مراد محض سچ بولنے والے لوگ ہی نہیں، بلکہ وہ لوگ ہیں جو قول کے سچے ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہوں۔ جنہوں نے ایمان کو اس کی جملہ تفصیلات کے ساتھ اختیار کیا ہو اور ایمان کے سانچے میں اپنے کردار و عمل کو ڈھالا ہو، ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا ہو۔ قرآن ایسے ہی لوگوں کو صادقین کہتا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو دعویٰ تو ایمان کا کریں، مگر ایمان کے تقاضوں کو پورا نہ کریں قرآن اُن کے لئے منافقین کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ نفاق کا ایک اہم سبب بھی صالحین اور صادقین کی صحبت سے دوری ہے۔ جبکہ صحبت صالحین سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، اور تعلق مع اللہ مضبوط ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج صحبت صالح کا ایک ذریعہ وہ اجتماعیت ہے جو نبوی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے وجود میں آتی ہے۔ اجتماعیت میں فعال شرکت کے کئی فوائد ہیں۔ جیسے حصول تقویٰ، شیطان کے حملوں سے حفاظت، ساتھیوں کی دُعائیں، تائید الٰہی،

راہ حق کی مشکلات کو برداشت کرنے میں آسانی اور تقویٰ کی اعلیٰ منازل کی طرف بڑھنے کی تحریک وغیرہ۔ صحبت صالح کے ذرائع میں خود کتاب اللہ قرآن حکیم بھی شامل ہے کہ اس میں سابقہ اقوام اور اُن کے انجام بد اور صالحین اور اُن کی جزا کا ذکر ہے، جس سے انسان کو تحریک ملتی ہے۔ پھر سیرۃ النبی بھی صحبت صالح کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح احوال صحابہؓ کے مطالعہ سے صحبت صالح کے مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر انسان اچھے لوگوں میں رہے تو اُس کا لازماً مثبت اثر ہوگا۔ اسی طرح اگر بُری مجلس اختیار کرے تو اُس کے اثرات بد بھی لامحالہ ہوں گے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ پس دیکھ لینا چاہیے کہ آدمی کس کو دوست بنا رہا ہے۔ اچھی صحبت نیکی و راستی، نتیجتاً آخرت کے سنوارنے کا ذریعہ بنتی ہے اور بُری صحبت ہلاکت سے دوچار کرتی ہے۔ روز قیامت غلط لوگوں کی صحبت اور دوستیاں آدمی کے لئے شرمندگی اور ندامت کا باعث ہوں گی۔ ایسے لوگ دنیا میں تو ایک دوسرے کے ساتھی تھے، مگر آخرت میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

’’اللہ کی رحمت کا ایک عظیم مظہر: دین حق‘‘: اعجاز لطیف

جناب اعجاز لطیف نے علالت کے باوجود ’’اللہ کی رحمت کا عظیم مظہر: دین حق‘‘ کے موضوع پر فکر انگیز خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپؐ نے کفر و شرک، اور ظلم و ناانصافی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو توحید کی روشنی سے منور کیا، اور عادلانہ معاشرہ تشکیل کیا، آپؐ نے نہ صرف لوگوں کو جگایا بلکہ تاقیامت اُن کی ہدایت و رہنمائی کا سامان کیا۔ آپ کا لایا ہوا دین اللہ کی رحمت کا عظیم مظہر ہے۔ رحمت انسان کی کسی نہ کسی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ آپ کا لایا ہوا دین انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں رحمت کا مظہر ہے۔ زندگی کے انفرادی گوشے میں پہلی چیز عقیدہ ہے۔ آپؐ نے نوع انسانی کو عقیدۂ توحید عطا کیا، جو انسان کو ہر قسم کی غلامی اور خوف و خطر سے نجات دیتا ہے۔ انفرادی زندگی کا دوسرا گوشہ عبادات ہیں۔ اسلام نے جو مراسم عبودیت عطا کی ہیں وہ بھی رحمت کا مظہر ہیں۔ نماز یاد الٰہی کا ذریعہ ہے۔ روزہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور یہ گناہوں کے مقابلے میں ڈھال ہے۔ حج مسلمانوں کی انٹرنیشنل کانگریس ہے۔ زکوٰۃ تزکیہ کرتی ہے۔ انفرادی زندگی میں تیسرا گوشہ رسومات ہیں۔ رسومات کا اکثر و بیشتر تعلق شادی بیاہ اور موت مرگ سے ہوتا ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ خوشی کو موقع ہو تو اللہ کی شکر گزاری کی جائے اور مصیبت آئے تو صبر کیا جائے۔ خوشی کے مواقع پر آپے سے باہر ہو کر نافرمانی کرنا اور غم کے موقع پر جزع فزع کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اجتماعی زندگی کا پہلا گوشہ معاشرت ہے۔ معاشرت میں ہمارے دین کے رحمت ہونے کی ایک نمایاں دلیل یہ ہے کہ اسلام نے مساوات عطا کی ہے اور رنگ و نسل زبان کے بتوں کو توڑ دیا ہے۔ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اسلام کے نزدیک ہر شخص کو جان مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ اجتماعی زندگی کا دوسرا گوشہ معیشت ہے۔ معیشت کے باب میں اسلام نے جو تعلیمات دی ہیں، وہ ہر قسم کے معاشی استحصال کا خاتمہ کرتی ہیں۔ اسلام نے سود، جوئے، ذخیرہ اندوزی سے منع کیا ہے اور زکوٰۃ اور تقسیم وراثت کا حکم دیا ہے۔ اس نے سوشل سیکیورٹی کا اہتمام کیا ہے، جس کا مظہر یہ ہے کہ خلفیہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ فرات کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو اس کی ذمہ داری عمر پر ہوگی۔ آج مغرب میں سوشل سیکیورٹی کا جو نظام ہے، وہ اسلام ہی کی بابرکات تعلیمات کا ایک جزو ہے، جس سے وہ لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ اجتماعی حیات کا ایک اہم گوشہ سیاست ہے۔ سیاسی میدان میں اسلام نے فرد، طبقہ، جماعت یا عوام سب کی حاکمیت اعلیٰ کی نفی کی ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ فقط اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یوں وہ لوگوں کو لوگوں کی غلامی سے نجات دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا، وہ اسلام کے ان زریں اصولوں کا عملی نمونہ تھا۔ جس کا اعتراف اسلام کے بدترین دشمن بھی کرتے ہیں۔ آج ہم رحمت الٰہی سے اس لئے محروم ہیں کہ ہم نے رحمت کے مظہر اس عظیم نظام کو چھوڑ دیا ہے۔ اسی لئے ہم عذابوں کی گرفت میں ہیں، اور مصائب و مسائل ہمارا مقدر بنے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دین رحمت میں پورے پورے داخل ہو جائیں، انفرادی گوشوں میں اس کی پیروی کریں، اور اس کے نظام اجتماعی کے غلبہ کے لئے بھی کوشاں ہوں۔ اسلام کا عادلانہ نظام ہماری دنیا ہی نہیں آخرت سنوارنے کا بھی ذریعہ بنے گا۔ جب یہ کسی ایک ملک میں اپنی اصل شکل میں نافذ ہو گیا تو ساری دنیا اس سے روشنی حاصل کرے اور آپؐ کی رحمۃ للعالمینی اور دین کے رحمت ہونے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے گی۔

تنظیم اسلامی کی سالانہ رپورٹ: اظہر بختیار خلجی (ناظم اعلیٰ)

ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب اظہر بختیار خلجی نے تنظیم اسلامی کی سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے سب سے پہلے تو تنظیم اسلامی کی مرکزی ٹیم کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں اعداد و شمار کی مدد سے تنظیم کی کارکردگی کا تذکرہ کیا۔ جسے رفقا نے بڑی دلچسپی سے سنا اور بہت سے شعبہ جات میں مثبت پیش رفت کی وجہ سے اُن کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

ناظم اعلیٰ کے خطاب کے بعد اسٹیج سیکرٹری نے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کو اختتامی خطاب کی دعوت دی۔ امیر محترم نے سورۃ الحج کی آیات کی تلاوت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جس کی تائید سے ناموافق حالات کے باوجود سالانہ اجتماع کا انعقاد ممکن ہوا اور جو پروگرام ترتیب دیئے گئے تھے وہ مکمل ہو گئے۔ انہوں نے اجتماع میں رفقاء کی حاضری کو سراہا اور کہا کہ ہم مقصد ساتھیوں کا یہ اجتماع اپنی ایک تاثیر رکھتا ہے، جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس سے فکری سبق تازہ ہوتا ہے، اور جذبات و عمل کو مہمیز ملتی ہے۔ ہمارا فکری سبق دین کا وہ جامع تصور ہے، جو فی زمانہ بہت کم یاب ہے۔ اس سبق کے ساتھ ساتھ اجتماع کا مرکزی نقطہ تعلق مع اللہ ہے۔ غلبہ و اقامت دین کے کام کا آغاز ہی تعلق مع اللہ سے ہو گا۔ یہ اس کام کے لئے ہمارے پاس اصل ہتھیار ہے۔ اقامت دین کے لئے صحیح معنوں میں محنت کرنے والا وہی شخص ہے جو اللہ کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کا تعلق مع اللہ مضبوط ہو۔ اقامت دین کی جدوجہد حقیقت میں پوری دنیا سے ٹکر لینے کے مترادف ہے۔ اس سے پاکستان کا مراعات یافتہ طبقہ ہی نہیں، ساری دنیا کی طاغوتی قوتیں ہمارے خلاف ہو جائیں گی۔ ان کے مقابلے کے لئے ہمیں ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ یہ سہارا اللہ کا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اللہ سے جڑنا ہوگا۔ طالبان نے اسلامی نظام نافذ کیا تو سارا عالم کفران پر چڑھ دوڑا۔ مگر انہوں نے اللہ کے سہارے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کر دیا ہے اور امریکہ بہت جلد بھاگنے والا ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ اگر ہم یہاں

اسلامی نظام نافذ کر لیتے ہیں تو عالم کفر ہم پر بھی چڑھائی کر سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ طالبان افغانستان نے انہیں جس انداز سے ہزیمت سے دوچار کیا ہے، اس کی بنا پر اس بات کا زیادہ امکان نہیں ہے۔ بہر حال ہمارے پیش نظر تو آخرت کی کامیابی ہے۔ دنیا میں اسلام قائم اور مستحکم ہو یا نہ ہو، اگر ہم دین حق کی نصرت وحمایت کی جدوجہد میں لگے رہے تو آخرت میں ان شاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اعتصام باللہ کے ذرائع کے حوالے سے امیر تنظیم نے کہا کہ اس کا پہلا ذریعہ اعتصام بالقرآن ہے اور یہ اللہ سے جڑنے کا سب سے یقینی راستہ ہے۔ دوسری شے نماز ہے جو حضوری کی کیفیت کے ساتھ ہو۔ تیسری چیز نماز تہجد کا اہتمام ہے۔ پھر دعا اور اذکار مسنونہ ہیں، جن کے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ہم نے تزکیہ کے مروجہ طریقوں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا ہے کہ یہ مسنون نہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ آپؐ نے اس ضمن میں جو طریقے اپنے صحابہؓ کو تلقین فرمائے ہم نے انہیں بھی اختیار نہیں کیا۔ یہ طرز عمل صحیح نہیں ہے۔

امیر محترم نے رفقاء کو سال رواں کے لئے چند اہداف دیئے، جو درج ذیل ہیں:

☆ اعتصام باللہ کے تقاضوں کو پورا کیجئے

☆ نظم کی پابندی کیجئے۔ اگرچہ اس کام میں بہتری آئی ہے، تاہم یہ معمولی اور جزوی ہے

☆ تنظیم کا کام دین کا کام ہے، اسے سارے کاموں پر مقدم کیجئے۔

☆ انفاق کا اہتمام کیجئے

☆ اپنے اعزہ واقارب اور احباب میں دعوت کے کام کو آگے بڑھایئے، انہیں لٹریچر فراہم کرنے کے بعد اُن سے مستقل رابطہ رکھیے۔

☆ احباب کو اس انداز سے دعوت دیں کہ سال کے دوران کم از کم دو افراد تنظیم میں شامل ہو جائیں یا پھر قریب آجائیں۔

اپنی گفتگو کی تکمیل پر امیر تنظیم اسلامی نے ناظمہ علیا حلقہ خواتین بیگم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبہ کا رفقاء ورفیقات کے نام پیغام پڑھ کر سنایا۔ اپنے پیغام میں ناظمہ صاحبہ نے رفقاء کو تین باتوں کی طرف توجہ دلائی۔

☆ اپنے گھروں سے ٹی وی/کیبل کو نکالیے

☆ گھریلو اُسرہ قائم کیجئے اور بچوں کی تربیت کیجئے

☆ اپنے اہل خانہ میں تنظیمی فکر عام کیجئے۔ ناظمہ صاحبہ نے اپنے پیغام میں یاد دلایا کہ متذکرہ تینوں چیزیں رفقاء پر دین کی جانب سے عائد ہونے والی دعوتی وتربیتی ذمہ داریوں کا حصہ ہیں۔ یہ اضافی چیزیں نہیں ہیں۔ بیوی بچوں کی تربیت اُن کے ذمے ہے۔ لہٰذا انہیں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نار جہنم سے بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔

اس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ امیر محترم نے دینی جدوجہد اور حالات حاضرہ سے متعلق پوچھے گئے سوالوں کے جوابات دیئے۔ سوال وجواب کے سیشن کے بعد تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء نے امیر تنظیم کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کی۔ دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ نماز ظہر کے بعد اجتماع کے شرکاء میں کھانے کے پیکٹ تقسیم کئے گئے اور ملک کے کونے کونے سے آئے ہوئے رفقاء واحباب جذبہ تازہ اور عزم نو کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ — اداریہ...... نبی اکرم ﷺ کی شانِ رحمت

میں ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ مجھے ہی پکاریں......'' [البقرۃ: 186] اسی بات کو اقبال نے شعری جامہ پہنایا تو گویا ہوئے۔

کیوں حائل رہیں خالق و مخلوق میں پردے
پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

آپ ﷺ کی رحمت للعالمینی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ نے بنی نوع انسان کو ناروا بوجھوں سے نجات دلائی۔ یہ ناروا معاشرتی رسومات کے بوجھ تھے، جن کے نیچے انسانیت کراہ رہی تھی۔ مثلاً پیدائش، وفات اور شادی بیاہ کی رسومات وغیرہ۔ ان رسومات کی ابتدا بالعموم امیر طبقات سے ہوتی ہے، مگر جب ایک دفعہ یہ شروع ہو جاتی ہیں تو پھر سب لوگ انہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اِن کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر یہ "Social Compulsion" بن جاتی ہیں۔ چنانچہ معاشرہ کی عظیم اکثریت ان کے بوجھ تلے پس کر رہ جاتی ہے لیکن خواہی نخواہی انہیں انجام دینا پڑتا ہے۔ افسوس کہ آج ہمارا معاشرہ انہی رسومات میں جکڑا ہوا ہے۔

آج بحر وبر میں فساد برپا ہے۔ نوع انسانی جبر واستبداد، ظلم وناانصافی، معاشرتی عدم مساوات، معاشی ناہمواری اور سیاسی لحاظ سے آقائی ومحکومی کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔ فرزندان توحید جو نبی آخر الزمانؐ کی امت اجابت ہیں، تو اور بھی زبوں حال ہیں، اور بے بسی ولاچارگی اور مظلومی ومحکومی کے تصویر بنے ہوئے ہیں۔ فکری ونظریاتی اور سیاسی وعسکری محاذوں پر اغیار کی ضرب کاری سے جسد ملی پر گہرے گھاؤ آچکے ہیں، اور تن ہمہ داغ داغ شد کی کیفیت ہے۔ نوع انسانی کا قافلہ آج جن مصائب والام میں گرفتار ہے، اُن کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ کے اُس سرمدی پیغام اور بابرکت نظام سے محروم ہے، جو آپ کی رحمۃ للعالمینی کا بہت بڑا مظہر ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جو اس پیغام اور نظام کی حامل بنائی گئی تھی، اور جسے یہ فریضہ سونپا گیا تھا کہ اسے دنیا کے سارے انسانوں تک پہنچائے گی، خود اس روشنی سے دور، افکار مغرب کے گھپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ اے فلاح انسانیت کے دعویدارو! اے دانش افرنگ کے پیروکارو! فکروں میں تغیر لاؤ۔ کانٹ، ہیگل، فرائڈ، نٹشے، مارکس، چانکیہ، میکاولی اور ان جیسے دیگر مفکرین کے افکار ونظریات کرۂ ارض کے ہمہ جہتی بگاڑ کا علاج نہیں ہوسکتے۔ اگر حالات کو بدلنا ہے اور دنیا کے چہرے پر لگے ظلم واستحصال اور جبر واستبداد کے بدنما داغوں کو دھونا ہے، تو اس کا واحد راستہ محسن انسانیت ﷺ کے لائے ہوئے پیغام اور نظام کی پیروی ہے۔ اسی نظام رحمت کی ضو سے ظلمت کدۂ دہر کی تیرگی کا خاتمہ ہو گا، اور اسی پیغام آخریں کو حرز جاں بنانے سے اخروی فلاح وسعادت کا در کھلے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

فرقان دانش

نام ونسب:

آپؒ کا نام محمد تھا۔ آپؒ کا سلسلہ نسب عبدمناف کے ذریعے نبی اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: ''محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف''۔ آپؒ کی والدہ کا نام فاطمہ الازدیہ تھا۔

پیدائش:

آپؒ ماہ رجب 150 ہجری بمطابق 768ء میں فلسطین کے شہر غزہ عسقلان میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد مکہ مکرمہ کے رہائشی تھے، لیکن وہاں سے ہجرت کر کے فلسطین میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ آپؒ کے والد آپؒ کی پیدائش کے کچھ دنوں بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ والدہ آپؒ کو واپس مکہ معظمہ لے آئیں۔ آپؒ کا بچپن وہیں گزرا اور آپؒ کی علمی تربیت وہیں ہوئی۔

حالات زندگی:

آپؒ نے سترہ برس کی عمر میں امام مالکؒ کی شاگردی اختیار کی قبل ازیں امام شافعیؒ نے 15 سال کی عمر میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ آپؒ حضرت امام مالکؒ کے دروازے پر کھڑے رہتے اور جو شخص ان سے فتویٰ لے کر نکلتا تو اس کا بغور مطالعہ کرتے۔ اگر کوئی خامی نظر آتی تو امام مالکؒ کے پاس واپس بھیج دیتے اور وہ غور کر کے اس خامی کو دور کر دیتے تھے۔ امام مالکؒ ان کے اس عمل سے خوش ہوتے تھے۔ امام شافعیؒ ابتدائی دور میں کسی کی شادی یا دعوت میں شریک نہ ہوتے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت سلیم راعیؒ سے آپؒ نے باطنی علوم حاصل کیے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ آپؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ آپؒ جیسے اہل علم کے لئے ایک کم عمر شخص کی اس قدر تکریم مناسب نہیں۔ آپؒ نے جواب دیا، میرے پاس جس قدر علم ہے وہ اس کے معانی ومطالب سے مجھ سے زیادہ باخبر ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ امام شافعیؒ کے دور میں ان سے زیادہ دانشور کوئی نہیں۔

فراست وذکاوت:

بچپن کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ لوگ آپؒ کی والدہ کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے تھے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپؒ کی والدہ کے پاس رکھوایا، کچھ عرصہ بعد ایک شخص آکر وہ صندوق لے گیا۔ اس کے چند دنوں بعد دوسرے شخص نے آکر اپنی امانت واپس مانگی۔ والدہ محترمہ نے جواب دیا کہ وہ میں تمہارے ساتھی کو دے چکی ہوں۔ اس نے کہا جب ہم دونوں نے ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میرے بغیر اس کو کیسے دے دیا؟ اس بات پر والدہ بہت نادم ہوئیں اور وہ مسئلے کا حل سوچنے لگیں۔ اسی وقت امام شافعیؒ بھی گھر آ گئے اور معاملہ کی نوعیت معلوم ہونے پر اس شخص سے کہا کہ پہلے اپنے ساتھی کو ہمراہ لے آؤ، پھر صندوق طلب کرنا۔ یہ سن کر وہ شخص لاجواب ہو گیا۔

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید اور ان کی بیوی زبیدہ میں کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ زبیدہ نے کہا کہ تم جہنمی ہو۔ ہارون الرشید نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو میرے اوپر طلاق ہے۔ یہ کہہ کر بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن جب محبت کی زیادتی کی وجہ سے جدائی برداشت نہ ہوئی تو علماء کو بلا کر پوچھا میں جنتی ہوں یا جہنمی۔ کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہ تھا۔ امام شافعیؒ کم سنی کے باوجود ان علماء میں شامل تھے۔ آپؒ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں۔ اجازت ملنے پر آپؒ نے خلیفہ سے پوچھا آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی۔ خلیفہ نے کہا مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپؒ نے فرمایا: پھر تم تخت سے نیچے آجاؤ۔ آپؒ خود تخت پر بیٹھ گئے اور خلیفہ سے پوچھا: کیا تمہیں بھی ایسا موقع ملا ہے کہ گناہ پر قادر ہوتے ہوئے محض خوف الٰہی سے گناہ سے باز رہے ہو؟ خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں کئی بار ایسے مواقع آئے ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا: تم جنتی ہو۔ علماء نے حجت طلب کی تو آپؒ نے فرمایا: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ قصد گناہ کے بعد جو شخص خوف خدا کے باعث گناہ سے رک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

ایک روایت کے مطابق حاکم روم کچھ رقم (بطور جزیہ) سالانہ ہارون الرشید کے پاس بھیجا کرتا تھا لیکن ایک مرتبہ چند راہبوں کو بھیج کر یہ شرط لگا دی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان راہبوں سے جیت گئے تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ورنہ بند کر دوں گا۔ خلیفہ نے علماء کے سامنے مسئلہ پیش کیا تو انہوں نے امام شافعیؒ کو مناظرہ پر آمادہ کیا۔ آپؒ نے مناظرہ کیا تو وہ سب راہب مسلمان ہو گئے۔ جب اس کی اطلاع حاکم روم کو پہنچی تو اس نے کہا کہ ''یہ بہت اچھا ہوا، اس لئے اگر وہ شخص آجاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔''

ایک بار خلیفہ نے بعض حاسدین کے مشورے پر آپؒ کو رمضان المبارک کا امام مقرر کر دیا، جو یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ آپؒ حافظ نہیں ہیں۔ آپؒ نے اس کا حل یہ نکالا کہ دن بھر میں ایک پارہ حفظ کر کے رات کو تراویح میں سنایا کرتے تھے۔ اس طرح ایک ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔

فضائل ومناقب:

آپؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور فقیہہ تھے۔ عربی زبان پر بڑی قدرت حاصل تھی اور اعلیٰ درجہ کے انشاء پرداز تھے۔ آپؒ کی دو کتابوں کتاب الام اور الرسالہ کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ صدیوں سے عرب، مصر، شام، عراق اور ایران میں آپؒ کی قابلیت کا چرچا ہے اور امت کی ایک بڑی تعداد آپؒ کی پیروکار ہے۔

وفات:

آپؒ 199 ہجری میں مصر تشریف لے گئے تھے۔ آپؒ کی عمر کا بیشتر حصہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد اور مصر میں گزرا۔ 54 برس کی عمر میں مصر ہی میں وفات پائی۔ آپؒ نے عالم نزع میں وصیت نامہ تحریر کروایا اور زبانی لوگوں سے کہہ دیا کہ فلاں شخص مجھے غسل دے۔ وفات کے بعد وہ شخص مصر میں نہ تھا۔ چنانچہ لوگوں نے آپؒ کی تدفین کر دی۔ جب وہ شخص مصر واپس آیا تو لوگوں نے اُسے یہ بات بتائی وہ سمجھ گیا اور پوچھا آپؒ نے کوئی تحریر چھوڑی ہے۔ تو اُسے آپؒ کا وصیت نامہ دیا گیا۔ اس میں تحریر تھا کہ میں ستر ہزار کا مقروض ہوں۔ یہ پڑھ کر اس شخص نے فوراً قرض ادا کیا اور کہا کہ غسل سے آپؒ کی یہی مراد تھی۔

اقوال

آپؒ کا ایک مشہور فرمان ہے: ''دانش کے درخت کا میوہ نیکوکاری ہے۔ جو کوئی یہ سمجھتے ہوئے عمل نہیں کرتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خطرہ راہ سے واقف ہے اور پھر اسی راستے میں قدم رکھتا اور آخرکار جان ومال کا نقصان اٹھاتا ہے۔''

ایک شخص نے آپؒ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا: ''دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی بجائے عبادت میں برابری کی کوشش کرتے رہو۔ کیونکہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے، اور عبادت قبر وآخرت کی ساتھی ہے۔''

Ahmad Raza

THE ETHICAL FRAMEWORK

Surah Luqman provides an outline of the Islamic ethical framework. Verses 12 to 19 clearly spell out the indicators of a well-organized ethical framework for everyone. God says in Verse 12 that,

> And certainly We gave wisdom to Luqman (and said) be thankful to God. Those who are grateful are grateful (for their own soul). And whoever denies, and then God is free of need and praiseworthy.

The innate ethical sense programmed in a human being commands him or her to be thankful to God. This act of thanksgiving makes a person humble and generous to fellow human beings. Those who show compassion and warmth to the creatures of God are the true manifestations of ethical sensibility.

The act of thanksgiving purges our egos from feelings of evil and whisperings of all sorts, hate, jealousy, revenge and oppression. This ego-cleansing activity has been termed by the Sufis as *takhliya*. Some spiritual teachers have made it mandatory upon their students to engage in *takhliya* every night, and prepare a balance sheet and diagnose and rectify in case some evil feelings towards a fellow creature have crept into one s thoughts and feelings.

The visible psychological effect of this purging gradually makes an ego recipient to the pain and suffering of fellow creatures. The real value of thanksgiving is thus revealed in one s own ego transforming and becoming humble. The permanent psychological advantage thus lies in humility and not pride and prejudice. It connects a person with God.

Then Luqman d engages in a conversation with his son from verse 13 onwards. He advises him:

> Do not indulge in an act of association (*shirk*) with God. *Shirk* is the greatest injustice.

The next verse urges man to be kind to his parents:

> His mother carried him bearing weakness after weakness . Be thankful to Me and to your parents; to Me is the (final) destination .

Parental care is thus incumbent upon a person under all circumstances, except in case one s parents force one to engage in an act of association (*shirk*) with God. The right of parental care is inalienable because God says that one should keep worldly relations with one s parents in a decent manner even if they force one to indulge in *shirk*, but one must not engage in it at any cost.

The intactness of familial organization is irreversibly connected to parental care. The sociological implication of ethical sensibility can be seen here very explicitly that bears upon the social foundations of human societies. The act of being thankful to God and one s parents not only cleanses one s ego but keeps the social system healthy, clean and dependable.

Verse 16 takes up the problem of evil very squarely. Luqman d advising his son says:

> Oh son! If the (evil) is equivalent to a mustard seed and remains hidden inside a rock, or in the heavens, or in the earth, God shall bring it forth. Verily God is subtle and aware.

Those who think that they can get away with doing evil or hide it from divine accountability are mistaken. God has made examples of evil individuals and evil civilizations that transgressed and committed tyranny against others. The best practice

Luqman d advises his son is to stay away from evil.

Verses 17 to 19 describe the behavioural attributes of a person which have far-reaching moral, cultural and social consequences for a harmonious and healthy society. Luqman d advises:

> Oh my son! Establish prayer, and command good and forbid evil and be patient over what befalls you .

The next verse advises:

> And do not turn thy face away from people and do not walk in insolence on the land. Verily, God does not like the arrogant and the boastful.

Verse 19 says that:

> And be moderate in your pace and lower your voice. Verily the braying of the donkey is the most disagreeable of sounds.

The practice of prayer connects one with God. This spiritual connection has a logical corollary: that one practices well and avoids evil in life. This also leads one to be patient and bear the pains, discomfort and losses in one s life.

This patience is then reflected in interpersonal life and psychomotor activities of a person. One walks in harmony and talks with temperance. The attributes outlined by Luqman d help create an ethical personality that is likeable. The ethical individual thus created would form the basis of a trust-efficient, interdependent and harmonious social fabric. The ethical and self-aware individuals then turn out to be the building blocks of a socially aware and critical collective.

This ethical model is absent from our collective life. Our public discourse and our textbooks promote pedagogy of loud speech, arrogance, complaining, discrimination, impatience etc. Our personality building discourse in classrooms as well as personality testing methods are based on alien ethical concepts.

For example, aggressive, competitive and self-confident are considered to be the core values of a successful manager. So management books are replete with examples of aggressive managers who achieved success in their life by subscribing to utilitarian ethics, and which only focus around the notion of self-interest. One must pause here and ask what kind of success one is looking for.

Similarly, TV talk shows, which promote loud speech and violent aggression, are highly rated and liked. Thus, our crisis is ethical and not of a political or economic nature.

ضرورت رشتہ

☆ مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر25 سال، قد"5'5، تعلیم ایم بی اے (اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) کے لئے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0300-9570231

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر28 سال، تعلیم ایم فل (کیمسٹری) کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0320-4189775

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر26 سال، تعلیم میٹرک، ذاتی کاروبار کے لئے پڑھی لکھی نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔

برائے رابطہ:0300-6487309

دعائے مغفرت کی اپیل

تنظیم اسلامی نیو کراچی کے رفیق سید امتیاز علی کے بڑے بھائی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

قارئین سے بھی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ضرورت برائے ہیلپر

ٹرانسفارمر فیکٹری میں ایک دیانتدار اور محنتی نوجوان کی ضرورت ہے۔ تجربے یا تعلیم کی کوئی قید نہیں ہے۔ رہائش اور مناسب مراعات دی جائیں گی۔

برائے رابطہ 0333-4482381